اصطلاحات تصوف

باب الالف

شاہ خالد میاں فاخری

ابد: وہ زمانہ جس کی کوئی انتہا نہیں (اگر انتہا ہوتو وہ ابد نہ ہوگا)

ابدال: وہ اولیاء اللہ جو بارگاہِ الٰہی کے مقرب اور امور دنیا میں ارباب حل وعقد ہوتے ہیں انکی تعداد چالیس ہے۔ بعض حضرات نے ان کی تعداد ۴۰۴ بتائی ہے۔ یہ مختلف انبیاء کے مشرب پر ہوتے ہیں اور مختلف امور انجام دیتے ہیں۔ ابدال ہی میں سے ایک جماعت **ابرار** کہلاتی ہے۔

اتحاد : واحد مطلق کا وجود حقیقی اور اس کا شہود بایں طور کہ تمام اشیاء جو موجودات اسی سے ہیں اور اس سے متحد ہیں۔ اپنی ذاتی حیثیت میں وہ کچھ بھی نہیں۔ یہاں یہ بات محال ہے کہ کسی شئے کا وجودِ خاص ہے۔

اتصال: تمام اعتبارات کا ذات احدیت میں گم ہوجانا، بندہ کا ذات باری سے خود کو متصل جاننا یا پانا۔ اس تعریف کو مولانائے روم نے اس شعر میں بیان کیا ہے۔

اتصالِ بے تکیف بے قیاس
ہست رب الناس را با جانِ ناس

اثبات: (۱) حق کا ظاہر اور خلق کا مخفی ہونا۔ (۲) یہ نفی کے مقابل بولا جاتا ہے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ صفات بشریٰ کی نفی ہوجائے اور سلطان حقیقت کا اثبات ہو۔ صفات بشری کے فنا کے بعد ''بقائے حق'' سے اثبات ہوتا ہے۔ یہ لفظ صوفیا کی اصطلاح میں احکام شرعی اور عبادات کے قیام کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

احد: یہ نام رب کائنات کے اسماء صفات میں سے ہے جو صفت وحدانیت کا مظہر ہے، بعض صاحبانِ بصیرت نے اس کو اسماء ذات میں بھی شمار کیا ہے۔

احوال: حال کی جمع ہے اور حال وکیفیت ہے جو سالک کے قلب پر بے اختیار جو ارادہ اور جلب واکتساب کے بلا تصنع وارد ہو۔ یہ ورود طرب سے ہو، یا حزن۔ از قبیل بسط ہو یا قبض یا از قبیل

شوق (مداومت سے حال جب عادت بن جاتا ہے تو اس کو مقام کہتے ہیں) شیخ ابونصر سراج نے صاحبانِ طریقت کے یہ دس حال بیان کیے ہیں:

مراقبہ، قربؔ، محبتؔ، خوفؔ، رجاؔ، شوقؔ، انسؔ، اطمینانؔ، مشاہدہؔ، اور یقین۔

اختیار: بندہ اپنے اختیار کے مقابلہ میں اختیارِ حق پر عمل پیرا ہو۔ (بندہ کا اختیار باقی نہ رہے۔)

اخیار: لغت میں نیک لوگوں کو اخیار کیا جاتا ہے۔ اصطلاحِ تصوف میں وہ سات ابدال جو ہمیشہ مصروفِ سفر رہتے ہیں اور ان سب کا نام حسین ہے۔

اخلاص: بندہ کو اپنے اعمال میں سوائے ذاتِ حق کے اور کسی کے دیکھنے کی طلب نہ ہو۔ شیخ فضیل ابن عیاض فرماتے ہیں کہ لوگوں کی خاطر ترک عمل ریا ہے۔ اور لوگوں کی وجہ سے کسی عمل کا بجالانا شرک میں شامل ہے، اور ان دونوں طریقوں سے احتراز اخلاص ہے۔ یہاں یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ صدق اصل ہے اور اخلاص فرع، دونوں کے درمیان ایک اور فرق بھی ہے وہ یہ کہ اخلاص کی ابتدا کسی کام کے شروع ہونے سے پہلے ہوتی ہے۔ اس کو باندازِ دگر یوں کہا جائے کہ اخلاص وہ جذبہ ہے جس کا اظہار بغیر عمل کے ممکن نہیں۔

ادب: ان چیزوں سے واقفیت کا نام ہے جن کے ذریعہ گوناگوں خطاؤں سے احتراز کیا جاسکے۔ اس کے علاوہ ادب شریعت کی رعایت، شعائر الٰہی کی عظمت، آقا کے حقوق کا پہچاننا، شیخ ومرشد کی خدمت اور رویت میں فنا ہوجانا۔

صوفیا نے ادب کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے، ادب شریعت، ادب خدمت اور ادب حق ''صاحب لمع'' حضرت شیخ ابونصر سراجؒ فرماتے ہیں، ادب میں لوگوں کے تین طبقات ہیں۔ اہل دنیا فصاحت وبلاغت، حفظِ علوم اور عرب کے اشعار کو ادب کہتے ہیں اہل دین، ریاضتِ نفس، تادیب اعضا، حفظ حدود الٰہی اور ترک شہوات کو ادب کہتے ہیں۔ اہل خصوصیت تزکیہ باطن، طہارت قلب، حفاظت وقت، پراگندہ خیالات کی جانب قلت توجہ اور مقاماتِ قرب میں حسنِ ادب کو ملحوظ رکھنا ادب ہے، اور یہ تعریف جامع ہے۔

ارادہ: آتش محبت کی چنگاری جو عارف کے قلب میں لگتی یا پیدا ہوتی ہے جس کے باعث وہ استمرارِ حقیقت (کے ادراک) کے لیے تیار ہوجاتا ہے اس کی ایک تعریف اس طرح بھی کی گئی ہے:

تجلی ذات جو معدوم کے ایجاد کے لیے ہو۔

ازل: ابد کے مقابل ہے یعنی وہ جس کا اول نہ ہو (اس سلسلہ میں ابد کی تعریف بھی ملاحظہ فرمائیں)

ازلی: وہ چیز جس سے قبل عدم نہ ہو۔ اس کی تعریف کے سلسلہ میں یہ بات لائق توجہ ہے کہ موجود کے تین انداز ہیں۔ (۱) ازلی وابدی، یہ صرف ذات واجب الوجود کے ساتھ خاص ہے (۲) وہ جو نہ ازلی ہے نہ ابدی، یہ دنیا یا کائنات ہے جس کا اول بھی ہے اور آخر بھی۔ تیسرے وہ جو ازلی تو نہیں لیکن ابدی ہے، یہ عالم آخرت ہے۔

استدراج: ایسا خارق عادت (غیر متوقع) کام جو کسی بے دین (کافر ومشرک) مردود شخص سے ظاہر ہو جیسے کاہن وجادوگر سے کسی خرق عادت کا ظہور۔

اسمِ اعظم: باری تعالیٰ کا وہ نام پاک جو تمام اسمائے الٰہیہ کا جامع ہو، بعض صاحبانِ بصیرت نے فرمایا ہے کہ اللہ اسمِ اعظم ہے، یہ ذات باری کا ایسا نام ہے جو اس کی تمام صفات کا جامع اور مظہر ہے۔

اشارہ: غیر مرادی خبر، زبان سے الفاظ کو سنے بغیر حرکات وسکنات سے مفہوم کا سمجھ میں آنا۔

اشتباہ: شیخ ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حق وباطل کی دونوں شقوں پر حکم لگانے میں اشکال کا واقع ہونا۔

اشتیاق: حال وصال میں محبّ کے باطن کا محبوب کی جانب کھنچنا کہ لذت میں مزید استحکام ودوام پیدا ہو۔

اصطفاء: حق تعالیٰ کا بندہ کے قلب کو اپنی معرفت کے لیے منتخب کر لینا، اور دوسری چیزوں سے اس کو غیر متعلق کر لینا تاکہ معرفت الٰہی سے اس کے اندر ایسی خصوصیات پیدا ہو جائیں جن کو صفا کہتے ہیں۔ ان خصوصیات میں تمام مومن یکساں اور برابر ہیں خواہ وہ عاصی ہوں یا مطیع، ولی ہوں یا شیوخ ارشادِ ربانی ہے: **ثم اور ثنا الکتاب الذین اصطفینا من عباد نا فمنھم ظالم لنفسہ ومنھم مقتصد ومنھم سابق بالخیرات (قرآن پارہ)**

اصطلام: وہ غلبات حق جو بندہ کو کلیتاً اپنے لطف کے امتحان کے لیے اس لیے اپنے قبضہ میں لیتے ہیں تاکہ یہ ظاہر ہو کہ بندہ کس حد تک نفی ارادت کا حامل ہے۔ (صوفیا فرماتے ہیں کہ قلب ممتحن

اور قلب مصطلم دونوں ہم معنی ہیں) لیکن اصطلام کی منزل خاص اور مقامِ امتحان کی ہے۔

اصطناع: اللہ تعالیٰ بندہ کے تمام نصیبوں (حصص) کو فنا کر کے بندہ کے ذوقِ لذائذ اور خواہشات نفسانی کو مبدل فرمادے تا کہ نعمتوں کے زوال اور تبدیلی اوصاف کی وجہ سے وہ خود سے بیخود ہوجائیں، یہ مدارج پیغمبران الٰہی کے لیے مخصوص ہیں۔ بعض مشائخ نے اس کیفیت وحال کو اولیاء کے لیے بھی جائز رکھا ہے۔

اعراف: طریقت وسلوک میں اطراف سے توجہ ہٹا لینا، وہ چیز جو صفاتِ حق سے متجلی ہو اور ان صفات کی مظہر ہو۔ شہودِ حق کا مقام، لغوی اعتبار سے جنت و دوزخ کا درمیانی حصہ، حورانِ بہشتی را دوزخ بود اعراف/ از دوزخیاں پرس کہ آں را اعراف بہشت است۔

اعیان ثابت: ممکنات ثابتہ کے حقائق جو علم خداوندی میں ہیں یا وہ مظاہر جن میں اسمائے الٰہی علم الٰہی میں ظاہر ہوتے ہیں وہ اعیان ثابتہ یا صورِ علمی کے نام سے موسوم ہوتے ہیں۔

افراد: قطب کی نظر سے خارج حضرات (اشخاص) افراد، فرد کی جمع ہے، یہ وہ منصب ہے جو قطبیت کے بعد حاصل ہوتا ہے، قطب مدار خاص ہے اور فرد اخص، قطب مدار تجلی صفات میں منہمک ہوتا ہے اور فرد تجلی ذات میں۔

افق اعلیٰ: نہایت مقامِ روح، حضرت الوہیت سے مراد ہے۔

افق مبین: نہایت مقامِ قلب۔

الف: ذاتِ احدیت کی جانب بایں اعتبار اشارہ کہ وہی ازل الآزال میں اول اشیاء ہے۔

ام الکتاب: حضرات صوفیا ام الکتاب سے عقل اول مراد لیتے ہیں۔ اصطلاحاً قرآنِ حکیم۔

امامان: قطب کے داہنے اور بائیں جانب جو حضرات ہوتے ہین وہ امامان کہلاتے ہیں۔ ان میں سیدھے ہاتھ والے کی نظر ملکوت پر ہوتی ہے اور بائیں جانب والے کی نظر ملک پر ہوتی ہے۔ اس کا مرتبہ اول امام سے برتر ہے، یہ امام قطب کا خلیفہ ہوتا ہے۔

امتحان: طرح طرح سے اولیاء کے قلوب کی بلاؤں اور مصیبتوں سے آزمائش جو منجانب اللہ ہوتی ہے۔

اُمناء: فرقہ ملامتیہ کے وہ افراد جن کے باطن کا حسن ان کے ظاہر سے عیاں نہیں ہوتا۔ صوفیا میں انہیں اعلیٰ مقام حاصل ہوتا ہے۔

انتباہ: دل سے غفلت کا زائل ہوجانا۔

انزعاج: محفلِ وعظ وسماع میں قلب کا اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع ہونا۔

اُنس: صاحبانِ سلوک وارادت قلبی سے متجاوز ہوکر جب دولتِ مشاہدہ سے سرفراز ہوتے ہیں تو جو کیفیت مشاہدہ جمال سے طاری ہوتی ہے اس کو انس کہتے ہیں۔

انسان کامل: مراتب وجود میں انسان اکملِ مخلوقات ہے اور سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی مخلوقات الٰہی میں افضل واکمل ہے۔ ذات باری کی مظہرِ اتم ہے۔ درحقیقت اس لفظ کا اطلاق ذاتِ نبویؐ کے لیے مخصوص ہے۔

اوتاد: ایسے چار حضرات جو دنیا کی چاروں جہات میں بمنزلہ رکن موجود ہیں (یعنی مشرق، مغرب، شمال، جنوب) ان ہی چار حضرات کے ذریعہ خداوند تعالیٰ جہاتِ اربعہ کی حفاظت فرماتا ہے۔ ان کے نام یہ ہیں:

مغربی سمت عبدالودود- مشرقی سمت عبدالرحمٰن

جنوب میں عبدالرحیم - شمال میں عبدالقدوس

ایجاء: نفس میں سرعت وخفا کے انداز میں کسی معنی کا القا ہونا۔

ایماء: تعریض خطاب جو بغیر اشارہ وعبادت ہو۔ (اس کے معنی اشارہ کے ہیں، وہاں بھی دیکھیے)

اوباش: وہ جو عذاب وثواب سے بے نیاز ہوکر جذبات محبت میں گم ہوجائے۔

الہام / القاء: ہر وہ چیز جس کا حصول استدلالی نہ ہو، یعنی جس کو استدلال سے حاصل نہ کیا گیا ہو بلکہ حق تعالیٰ کی جانب سے سالک کے قلب پر یقین کامل کے ساتھ وارد ہوئی ہو۔ ان کیفیات کو القاء، الہام اور وحی سے تعبیر کیا جاتا ہے، یہ تینوں الفاظ تقریباً مترادف، ہیں لیکن مدارج میں فرق ہے۔ ابتدائی کیفیت کو القاء انتہائی کو الہام اور وحی کہا جاتا ہے۔ الہام کا اطلاق اللہ کے نیک بندوں پر طاری ہونے والی ان کیفیات پر ہوتا ہے جو حق تعالیٰ کی جانب سے بندوں پر بلا فرشتہ کی وساطت کے اس جہت سے ہوجو ذاتِ باری کو تمام موجودات کے ساتھ ہے۔ الہام صرف کشف معنوی ہے جبکہ وحی مخصوص بہ نبوت، ظاہر سے متعلق اور تبلیغ کے ساتھ مشروط ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندہ کے قلب میں ایسے نیک خیالات کا پیدا ہونا جس کے ذریعہ

فسق اور تقویٰ میں فرق کیا جاسکے۔ اچھے خیالات کے بجائے اگر فاسد خیالات پیدا ہوں تو اس کو وسوسہ کہتے ہیں۔

انانیت: بندہ کا اپنی ذات کی جانب کسی چیز کو منسوب کرنا، جیسے میرا نفس، میری روح، یا میرا دل وغیرہ۔

انابت: ذکر الٰہی کی جانب رجوع ہونا بعض مشائخ رجوعِ ظاہری کو توبہ کا نام دیتے ہیں اور باطنی کو انابت کہتے ہیں۔

اول الاوائل: ذات باری ہے۔

ابر: وہ حجابات جو مشاہدات میں رکاوٹ بنیں یا راہِ سلوک میں مانع ہوں۔

ادراک: بصیرت، احساس باطنی۔

اسیر: جو مجاز میں مقید ہو۔

اسراف: غیر ضروری اور بے محل خرچ، تصوف میں بے تکے پن، بے محل اور حیثیت سے زیادہ ریاضت کرنا۔

آشنائی: اللہ کا مخلوقات سے تعلق۔

اعتکاف: دنیا اور ما فیہا سے بے تعلق ہو کر ذاتِ باری کی جانب متوجہ ہونا۔

القائے سبوحی: قلبِ انسانی پر باری تعالیٰ کی جانب سے براہِ راست القاء۔

الیاس وخضر: الیاس سے حالت قبض اور خضر سے حالت بسط مراد لی جاتی ہے۔

آمدن: استغراق سے ہوش میں آنا، عالم سکر سے عالم صحو میں واپسی۔

انجمن: عالم کثرت۔

انتباہ: قلب سالک سے حجابات کا اٹھنا۔

آہ: کمال عشق کی ایک علامت۔

اضطراب: وصل سے قبل کی کیفیت۔

ارتقا: اعلیٰ مدارج کا حصول۔

اعتبار: عبرت پکڑنا، اندیشہ کی حالت میں کسی چیز کا پیچھا کرنا، کسی چیز کو اچھا سمجھنا۔

ایام اللہ: وہ شب وروز جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر خصوصی انعام فرمایا۔

باب الباء

بارقه: (برق سے ماخوذ) کشف کی ابتدائی منزل ہے۔

(۲) تجلیات الٰہی کی وہ چمک جو بہت ہی تھوڑی دیر رہتی ہو اور جلد زائل ہو جاتی ہو۔

باطل: غیر حق، ما سویٰ اللہ اور معدوم۔

برزخ: وہ چیز جو مختلف چیزوں کے درمیان بایں طور پر حائل ہو کہ دونوں میں واصل وفاصل ہو۔

برق: وہ نورانی تجلیات جو قلبِ سالک پر وارد ہوتی اور اس کو سیر الی اللہ کی جانب متوجہ کرتی ہیں۔ (۲) عالم غیب کی ایک چمک جو عنایت الٰہی سے صاحبان سلوک کے قلوب کو منور کرتی ہے۔

بسط: وارادتِ قلبی کی کشف (یا پھیلاؤ) بسط دو قسم پر ہے "مفید" اور "مضر" قلب کی وہ روشنی جو نور قدس سے مستنیر ہو۔ اور اس سے حقائق اشیاء اور ظاہر کی حقیقتوں کا علم حاصل ہو۔ حدیثِ نبوی ہے۔ **اتقو ا فراسة المومن فانه ينظر من نور الله** (۲) انوار الہیّہ سے منور قلب کی وہ کیفیت جس کے بغیر حقائق اشیاء کا ادراک ممکن نہ ہو۔

بلا: حق تعالیٰ کی جانب سے توجہ کو ہٹانے والی چیز، یا وہ چیز جو وصول الی اللہ سے مانع ہو۔ اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ راہِ سلوک کے موانع بلا ہیں۔

بوادره: قلب عارف پر ایک نسیم غیبی جو اچانک عالمِ غیب سے آتی ہے اور قلب میں فرح وانبساط پیدا کرتی ہے۔ (۲) موجب اندوہ۔

بيت الحملة: وہ قلب جس پر اخلاص کا غلبہ ہو۔

هو القلب الغالب عليه الاخلاص

بيت المقدس: وہ قلب جو غیر کے تعلق سے پاک ہو۔

بيت المعمور: (۱) زمرد اور یاقوت سے تعمیر شدہ عمارت جو اب آسمان چہارم پر ہے اور قبل طوفان نوح زمین پر تھی۔

(۲) تصوف کی زبان میں قلب انسانی جو محل حق تعالےٰ ہے۔

بيداری: عالم صحو، ہوشیاری۔

بهشت: صفت روحانی، مظہر جمال مطلق، محل رضائے الٰہی، رب تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول پر انعام۔

بہار: سالکوں کا ذوق وشوق، عالم علم۔

بیابان: طلب راہِ حق میں سالک پر جو کیفیات وارد ہوں اور جن معاملات سے راہِ طریقت میں واسطہ پڑے۔

بندگی: مقام تکلیف۔

بنفشہ: وہ رمزِ لطیف اور نکتہ دقیق جس کا ادراک محال ہو۔

بلبل: عارف کامل کی منزل پر فائز ہونے کے بعد ذکر وفکر مدام میں مشغولیت۔

بیعت: اپنی جان ومال کو حق تعالیٰ کے لیے ارادت کے ذریعہ فروخت کر ڈالنا، جیسا کہ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنة**۔ اور جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا: **ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم**۔

بقاء: بندہ کا اپنے افعال کو اس طرح مشاہدہ کرنا جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ تمام افعال امرِ الٰہی سے متعلق ہیں۔

بیت الحرام: قلب انسان کامل جس میں محبوب کے سوا دوسرے کا وجود حرام ہو۔

بُت: محبوب، معشوق۔

باب الباء (فارسی)

پاکبازی: عمل میں اتنا خلوص کہ جس کے بدلے نہ اجر وثواب کی خواہش ہو اور نہ اعلیٰ مدارج کی تمنا۔

پیام: اچھائیوں اور برائیوں سے احتراز، حقانیت کا درس۔

پیشانی: اسرار الٰہی کے ظہور کا مرکز۔

پارسائی: خواہشات بشری سے اعراض اور صفات حمیدہ سے اتصال۔

پردہ: طریقت کے وہ لوازم جو عاشق ومعشوق کے درمیان حائل ہوں۔

پیمانہ: ہر وہ چیز جس میں انوار غیبی کا مشاہدہ ہو۔ اس کو ساغر بھی کہتے ہیں۔

پیالہ: چشم محبوب، قلب سالک۔

پیر میکدہ: مرشد کامل، پیر مغاں۔

پائے کوفتن: تواجد کرنا۔

باب التاء

تجرید: ما سویٰ اللہ کے قلب کا خالی ہونا۔

تدبر وتفکر: ذہن کی بھرپور طریقہ پر حصولِ مقصود کے لیے جدو جہد۔

تفرید: خودی سے بےتعلق ہونا، حق تعالیٰ کے ساتھ بندہ کا ایسا تعلق کہ ''حق'' عین قوائے بندہ بن جائے اور حدیث **کنت له سمعا وبصرا** کا مصداق بن جائے۔

تجلّی: لغوی اعتبار سے تجلی کے معنی ظاہر کرنے اور ظاہر ہونے کے ہیں ۔صوفیاء کی زبان میں ذات وصفات واسماء کا کسی پر ظہور تجلی کہلاتا ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ وہ حالت جس میں وہ ذات الٰہی یا اس کی صفت یا کسی فعل کا اظہار ہو وہ تجلی ہے۔ (۲) انوارِ حق کا مقبلوں کے دل پر اثر انداز ہونا جس کے باعث ان کے قلوب اس قابل ہوجائیں کہ وہ اپنے اندر مشاہدہ حق کرسکیں۔

تخلّی: (بروزن تجلی) بندہ کا اسے اشغال سیاعراض جو بارگاہ الٰہی کی رسائی میں رکاوٹ بنیں۔ (ان اشغال میں سے ایک شغل دنیا بھی ہے۔)

تسلیم: قضا کو رضا کے ساتھ قبول کرنا۔

تسویه: جسم میں قبولیت روح کی صلاحیت کا پیدا ہونا۔ جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے۔ **فاذا سویته فنفخت فیه من روحی۔**

تفرقه: مکاسب بندہ کے احوالِ بشری سے جو اعمال متعلق ہوں۔ اور ان پر قیام ودوام بھی ہو۔

تصوف: لغوی معنی کمبل کا لباس پہننا ہے۔ شریعت کے ظاہری اور باطنی احکام اور آداب سے واقفیت حاصل کرنا (اس سے مراد اخلاقِ الٰہیہ ہیں) اربابِ بصیرت نے تصوف کے بہت سے معنی بیان کیے ہیں۔ حسن خلق کا دوسرا نام تصوف ہے ۔ بیکار چیزوں کا ترک کرنا تصوف ہے۔ تصوف مکارم اخلاق کے معنی میں بھی استعمال ہوتا۔ تصوف کے ایک اور معنی اخلاقِ ذمیمہ سے اسلئے احتراز ہے تاکہ تجلیات الٰہی کے قبول کرنے کی صلاحیت واستطاعت پیدا ہوجائے ۔ اشیائے عالم کو مظہر حق جاننا تصوف ہے۔ حقائق کا اعتبار، دقائق کا اظہار اور خلق سے نا امیدی تصوف ہے۔ حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ درگاہِ الٰہی میں بےغم زندگی گزارنا تصوف ہے اور بعض حضرات نے

یکسوئی کو بھی تصوف کہا ہے۔

تمکین: مقام رسوخ واستقرار، جس جگہ کو سالک اپنی منزل بنا کر مغلوب الحال نہ ہونے پائے، منتہیوں کی اقامت گاہ۔

تُرکتاز: وہ جذبہ الٰہی جو سالک کو ایسے وقت مقصد اصلی تک پہنچائے جبکہ وہ اپنی شدید محنت اور زبردست مجاہدہ کے باوجود رسائی حاصل نہ کرسکا ہو۔

تلوین: عارف کا ایک حال سے دوسرے حال کی جانب منتقل ہونا۔ احوال تبدیل ہونا۔

گہے گریاں گہے خنداں گہے حیراں گہے نالاں
بجز ایں شغل یک لحظہ نبودی روزگارِ من

تواجد: وجد کا بناوٹی اظہار۔

توبه: (۱) غفلت وبےخبری کی حالت سے روح کا ایسا بیدار ہونا کہ بندہ (گنہگار) ان غلط راستوں سے آگاہ ہوجائے جن پر وہ گامزن تھا اور ماضی کے افعال بد پر نادم ہوکر اطاعت اختیار کرے۔ (۲) نقص سے کمال کی جانب رجعت قہقری یا رجوع الی اللہ۔

توکل: ذاتِ باری پر بھروسہ کرکے اپنے تمام معاملات کو اللہ رب العالمین کی مرضی پر چھوڑ دینا۔

تیمم: تصفیہ ظاہر وباطن۔

تابستان: معرفتِ الٰہی کا مقام۔

ترانه: آوازِ محبت۔

تزکیه: نفس کو برائیوں سے پاک کرنا۔

تصفیه: قلب کو غیر اللہ سے صاف کرنا۔

تجلیه: روح کو روشن کرنا، مجلی کرنا۔

تخلیه: ذاتِ الٰہی کے سوا کسی چیز کا باقی نہ رہنا۔ (منازلِ سلوک میں پہلی منزل تزکیہ کی ہے اس کے بعد تصفیہ، تجلیہ، اور آخر میں تخلیہ کی منزل ہے)

تسمیه: ایسا تعارف جس میں عظمت کا پہلو پوشیدہ ہو، یا نام رکھنا۔

باب الثاء

ثروت: ذاتِ الٰہی کے علاوہ ہر شئی سے سالک کا بے پروا ہوجانا۔

ثلج احساس: فناء الفناء کے مرتبہ سے گزر کر سالک کے دل پر یقین سے پیدا ہونے والی ٹھنڈک۔

باب الجیم

جبروت: مرتبہ وحدت، مرتبہ صفات، حقیقت محمدی۔

جذبه: حق تعالیٰ کی بارگاہ میں بندہ کا ایسا تقرب جو مشیت الٰہی کی روشنی میں بغیر رنج وتعب کے حاصل ہو۔ (اس کا تمام بندو بست بندہ کے لیے منجانب اللہ ہوتا ہے)

جسم: ابعاد ثلثہ کے لیے جو ہر قابل (یعنی وہ جس میں طول، عرض، عمق پایا جائے) بعض حضرات کہتے ہیں کہ جسم وہ چیز ہے جس کی ترکیب اجزائے متفرقہ سے ہوئی ہو۔ اربابِ علم نے جسم کی دو قسمیں بتائی ہیں۔نوری اور ناری۔ ناری جسدِ کثیف، ہے اور نوری جسدِ لطیف ہے۔

جلال: رب کائنات کے اوصاف قہر، وہ کیفیات جو خدا وند تعالی کے قہر وغضب سے متعلق ہوں صاحبانِ بصیرت نے فرمایا ہے حق کا بصائر و ہو ابصار سے حجاب میں ہونا (کیونکہ کوئی غیر ہویت حق کی حقیقت کونہیں جان سکتا) ارشاد باری ہے **وما قد روا الله حق قدره**، کوئی شخص قدر حق کو اس کی شان کے مطابق یا جیسا کہ اس کی ذات کو جاننے کا حق ہے نہیں جان سکتا۔ اس کی منظر کشی قرآن کریم میں اس طرح ہوئی ہے۔ لا تدركه الابصار وهو يُدرک الابصار، بینائی اس کا ادراک نہیں کرسکتی اور وہ بنیائیوں کا ادراک کرتا ہے۔ (وہ کیفیت اسماء صفات میں قہار وجبار سے ظاہر ہے)

جمال: خدا وند تعالیٰ کے اوصاف لطف ورحمت (کیفیتِ جمال ستار وغفار سے ہوتی ہے)

جمع: مشاہدہ حق (مشاہدہ حق میں اس طرح محو ہوجانا کہ ما سویٰ اللہ سے لاتعلق ہوجائے اور کسی کی خبر نہ رہے)

جمع الجمع: مقام فنا، ما سویٰ اللہ سے لاتعلقی یعنی بیخودی کامل، مکمل طور پر مستہلک ہوجانا، مقامِ اتحاد واتصال کو بھی جمع الجمع کہتے ہیں۔ (تصوف میں یہ اعلیٰ ترین مقام ہے اسلوک میں اس

سے برتر اور کوئی مقام نہیں ہے)

جمعت: رب تعالٰی کی جانب انہاک، اشتغالِ کامل میں ہمت کا جمع رکھنا۔شہود حق میں ایسی مشغولیت جس میں غیر اللہ کا تصور بھی نہ ہو۔

جوھر: وہ چیز جو خود قائم بالذات ہو۔ اس کے مقابل عرض ہے جو قائم بالغیر ہوتا ہے۔

جام: مستی وحال پیدا کرنے والی چیز، عارف کا باطن، حقیقت جامعیہ۔

جان: روح انسانی، معانی کی مدرک، اور علوم ربانی کی معلم ومتعلم ارواح مجردہ۔

جان جاں: وہ صفت قیومی جس کے سبب تمام موجودات کا قیام ہے۔ اسے ''جاناں'' بھی کہتے ہیں۔

جاھل: حق کو اشیاء کے ذریعہ وسیلہ سے جاننے والا۔

جرس: بانگِ جرس، صلصلہ جرس، صوت سرمدی، گھنٹہ کی سی وہ آواز جو جو سالک کی (ظاہری) سماعت ختم ہونے کے باوجود بھی (باطنی طور پر) سنائی دیتی ہے۔ قادر مطلق کی اس صفت کا انکشاف عالم بالا سے متعلق ہے اور ہر وقت، ہر جگہ جاری وساری ہے۔

جُرعہ: وہ اسرار جن کا تعلق مقامات اور احوال سلوک سے ہو اور وہ اب تک سالک سے پوشیدہ رہے ہوں۔

باب الجیم (فارسی)

چاہ زنخ: اسرار مشاہدہ کی دقتیں، مشکلات۔

چشم: آنکھ، امید، زخم، توقع اور کسی کے سوال کو قبول کرنا۔ چشم مست بھی ہوتی ہے چشم شوخ بھی ہوتی ہے اور چشم بیباک بھی۔ متصوفین اپنی عبارت آرائیوں میں چشم کا استعمال کبھی بصارت ازلی کی جانب اشارہ کے لیے کرتے ہیں اور کبھی سالک کی استعداد کے مطابق شہود کی جانب اور کبھی نگاہِ الوہیت اور اس کے اثرات کی جانب!

معشوق کی چشم شوخ کے اثر ہی سے عشاق کے قلوب متاثر ہوتے ہیں اور ان کے اندر فر احساسِ قرب ولطف اور کبھی احساس بُعد وغم پیدا ہوتا ہے اور اس اندوہ اور خمار غم سے ان کی اعضاء شکنی ہوتی ہے۔ ایسی چشم شوخ کی بے نیازی وبے التفاتی اور شوخی وترنگ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کائنات ایک نگاہ میں ہست اور دوسری نگاہ میں نیست ہوجاتی ہے۔ ایک انداز سے ظہور میں آتی ہے تو

دوسرے لمحہ فنا کے گھاٹ اتر جاتی ہے۔ کسی کی چشم مست نے اگر متاثر کردیا تو ایسا مست بنا دیتی ہے کہ ہوش میں آنا دشوار ہوتا ہے۔ بہر حال یہی چشم ہے کہ ہر لمحہ ودہر آن ایک نئی شان دکھاتی ہے۔ جذبات اور ولولے کے لیے اگر زبان نہ ملے اور الفاظ کام نہ کرسکیں تو یہی چشمہائے افسوں اپنا کام کرجاتی ہیں۔

انہیں غمزوں میں آساں ہے معانی کا ادا کرنا
مجھے لفظوں میں مشکل ہے بیانِ مدعا کرنا

اس اصطلاح اور اس کے متعلقات کے لغوی اور متصوفانہ معانی بہت ہیں ۔ ہر معنی اپنے اندر معنویت اور اسرار کا بحر بیکراں لیے ہوئے ہے۔

چشم عالم: اس سے انسان مراد ہے۔

باب الحاء

حلال : وہ کیفیت جو ارادہ اور کوشش کے بغیر قلب پر اچانک وارد ہو، بعض صوفیا کا کہنا ہے کہ حال وہ عطیہ ہے جو حضرت الوہیت کی جانب سے بغیر عمل کے قلب پر وارد ہیو۔ جیسے حزن، خوف، بسط، قبض، شوق وغیرہ، سالک کی بے عملی یا بے التفاتی سے یہ کیفیت زائل ہوجاتی ہے۔ جب حال مستقل ہوجائے تو وہ مقام کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ حال میں استقلال غیر مستقل کیفیت ہے اور اگر حال استقلال اختیار کرلے تو اس کو مقام کہتے ہیں جو اصحاب تمکین کا حصہ ہے۔ صاحبِ حال غال نہیں ہوسکتا۔ صاحبِ حال کے لیے نجات وبلا یکساں ہے۔ بعض مشائخ فرماتے ہیں، زبان بیانِ حال سے ساکت ہے، یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ **السوال عن الحال محال،** اس لیے کہ حال فنائے مقال ہے۔

حب: وہ حالت جس میں قلب ماسویٰ المطلوب پاک ہوجائے۔

حجاب: مطلوب کو نگاہوں سے مستور رکھنے والی چیز۔ صاحبانِ بصیرت کے نزدیک دل میں ایسی صور کونیہ کا نقش پذیر ہونا جو خالق کی تجلی کو مانع ہوں۔ (پردہ کی تعریف بھی دیکھئے)

حجاب العزت : حیرت اور گرانیکی کیفیت، کیونکہ کشفی ادراک کنہ ذات تک رسائی حاصل نہیں کرسکتے۔ اور ادراک کی یہی نارسائی حجاب ہے۔

حرف : وہ لغت یا عبارت جس میں خالق اپنے مخلوق (بندہ) سے گفتگو کرتا ہے۔

حروف: (حرف کی جمع) تجلیات جاذبہ کے اواسط جو فنا کی جانب راجع ہوں۔ یعنی صفات خلق کو صفاتِ حق میں گم کر دیا جائے۔ ان تجلیات کی ابتدا کو برق اور انتہا کو طمث کہا جاتا ہے۔

حروف عالیات: وہ شؤن ذاتیہ جو غیب الغیوب میں مخفی ہیں۔ (جیسے درخت میں بیج مخفی ہوتا ہے)

حریت: تمام علائق سے علیحدگی وانقطاع اور بندگی کائنات سے خروج ، حریت کے کئی مراتب ہیں، حریت عامہ، اس سے مراد خواہشات کی بندگی سے آزاد ہونا ہے، حریت خاصہ، مرادوں اور آرزؤں کی بندگی سے اس طرح آزاد ہونا کہ اپنے ارادہ کو فنا کر کے حق کے ارادہ کو مراد بنا لے ۔ حریت اخص الخواص۔ نور الانوار کی تجلی میں اس طرح محو ہو جائے کہ رسوم وآثار کی بندگی باقی نہ رہے۔

حسن: امر (حق) کے مطابق وموافق کیفیات۔

حضور: قلب کا خلق سے غافل ہو کر حق سے تعلق قائم کرنا۔

حق: وجود مطلق جو کسی قید سے مقید نہ ہو۔ یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے اسماء صفات میں سے ہے۔ ذالک ان اللہ ہو الحق حضرت ہجویری رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حق سے مراد ذات خداوندی ہے جبکہ ابن عربی کا کہنا یہ ہے کہ حق وہ ہے جو بندہ پر خدا کی طرف سے فرض کیا گیا ہو اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے بندہ کی طرف سے اپنی ذات پر لازم کر لیا ہو۔

حق الیقین: مقام احدیت، شیخ طریقت ابو نصر سراج قدس سرہ، اپنی کتاب ''لمع' میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

یقین کے تین درجے ہیں علم الیقین، عین الیقین ، اور حق الیقین ۔ حضرت شیخ ہجویری قدس سرہ، ''کشف المحجوب'' میں فرماتے ہیں علم الیقین دنیاوی معاملات میں احکام واوامر کا جاننا ہے۔ عین الیقین حالت نزع، جانکنی یا دنیا سے رخصت ہونے کے وقت کا علم ہے اور بہشت میں کشف رویت اور اس کے احوال کے معائنہ کی کیفیت حق الیقین ہے۔

لہٰذا علم الیقین علماء کا درجہ ہے کہ وہ احکام واوامر پر استقامت رکھتے ہیں۔ عین الیقین عارفوں کا مقام ہے کہ وہ موت کے لیے ہمیشہ تیار رہتے ہیں اور حق الیقین محبوبانِ خدا کی فنا کا مقام ہے کہ وہ تمام موجودات سے جدا اور علیحدہ ہوتے ہیں۔

علم الیقین مجاہدہ سے عین الیقین موانست سے اور ح الیقین مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے۔ آگ جلانے والی چیز ہے علم الیقین ہے۔ آگ سے دوسروں کو جلتے ہوئے دیکھا عین الیقین ہے اور خود اپنی ہتھیلی پر دہکتا ہوا انگارہ رکھ لیا جس سے ہتھیلی جل گئی حق الیقین ہے۔ یہ ان حقوق کے تعریفات کی ادنیٰ سی جھلک ہے۔ تفصیلات کے یہاں گنجائش نہیں البتہ اس سلسلہ میں شیخ الشیوخ حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول نقل کرنا ضروری ہے ۔ وہ فرماتے ہیں کہ علم الیقین وہ نور ہدایت ہے جو حضرات انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ ہم تک پہنچتا ہے۔ اورحق الیقین تک (فی الوقت)ہماری رسائی نہیں۔

حقیقت: مجاز کے مقابل ہر شئے کی ایک کیفیت، تعینات کے حجابات کے بغیر ذات حق کا ظہور، محل وصال میں بندہ کی استقامت اور محل تنزیہہ پر بندہ کے باطن کا وقوف ، اوصافِ الٰہی کے غلبہ کے نتیجہ میں بندہ کے اوصاف کا فنا ہوجانا۔

حشرو نشر: دو الفاظ کا مجموعہ جو ایک اصطلاح کی شکل میں مستعمل ہے۔ حشر سے مراد تعینات عالم اک وحدت کی جانب رجوع ۔نشر وہ بسط ہے جو فیوض الٰہی کی بدولت حقیقت واحدہ کو کثرت کی صورتوں میں ظاہر کرتا ہے۔

حرق: تجلیات جاذبہ کے اواسط جو فنا کی جانب راجع ہوں ان تجلیات کی ابتدا کو برق اور انتہا کو طمث کہا جاتا ہے یعنی صفات خلق کو صفاتِ حق میں گم کردیا جائے۔

حیا: کسی کی تعظیم کا وہ خیال جو انبساط سے روک دے۔ کسی کے تقدس کا وہ خیال جو شگفتگی اور بیباکی کے راستہ میں سد باب ہو۔ بعض صاحبانِ بصیرت کے بقول بارگاہِ الٰہی میں ترک دعویٰ بھی حیا ہے۔

حیات: آگاہی شعور ، بروز کسی شئے کا اپنے وجود سے متحد ہونا حیات ہے۔ (اور حیات باری سے سب چیزیں قائم ہیں)

حیرت: اظہار حقیقت پر ششدر رہ جانا۔ اس کو دو انداز میں سمجھا جاسکتا ہے۔ ایک حیرت مذموم جو جہالت کا نتیجہ اور تنزل کا سبب ہوتی ہے اور دوسرا انداز حیرت محمود ہے جو علم کے کے نتیجہ میں عروج وترقی کا سبب بنتی ہے۔

حضور: مقام وحدت، قلب کا خلق سے غافل ہوکر بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہونا۔

حسن وجمال: وہ کشش جو کسی پذیر قلب کو اپنی جانب منعطف کرے۔

باب الخاء

خاطر: ایک انداز خطاب جو قلب وضمیر پر وارد ہوتا ہے۔ اصطلاحاً خاطر کے معنی ہر وہ وارد جو بغیر فکر سابقہ وتدبر اور عمل کے قلب پر واقع ہو۔ اس کو صوفیا نے خطرہ سے بھی تعبیر کیا ہے۔ خاطر بندہ کے اختیار سے خارج ہے اور یہ چار قسم پر ہے۔

۱ — **خاطر ربانی:** خواطر کی وہ اعلیٰ ترین صنف جو دعوتِ ربانی دے اور اس دعوت میں کسی طرف سے مزاحمت نہ ہو۔ اس کو سبب اول بھی کہا جاتا ہے۔ اور یہ خاطر قوت ونشاط سے بہرہ ور ہوتی ہے۔

۲ — **خاطر ملکی:** یہ فریضہ کی ادائیگی پر آمادہ کرتی ہے۔ اس کو الہام بھی کہتے ہیں۔ یہ جس پر وارد ہو اسکی اصلاح کا سبب بھی بنتی ہے۔

۳ — **خاطرنفسانی:** وہ وارد جس میں حظ نفس موجود ہوں۔ اس کو ہاجس بھی کہتے ہیں۔

۴ — **خاطر شیطانی:** وہ وارد ہے جو مخالفت حق پر ابھارے۔

خلوت: تبتل الی اللہ، انقطاع از ما سویٰ اللہ، (اصل میں خلوت کا مفہوم یہ ہے کہ) بندہ کو حق تعالیٰ کے ساتھ جو راز ونیاز کی کیفیت حاصل ہو اس میں کسی دوسرے کی مداخلت نہ ہو۔

خطرات: وہ احکام (طریقت) جو قلب پر وار ہوں۔

خطرہ: وہ داعیہ ہے جو بندہ کو قرب کی دعوت دیتا ہے اور بندہ اس کو دفع کرنے پر قدرت نہیں رکھتا۔

خوف: نا پسندیدہ کام کے وقوع سے ڈرنا۔ اچھے کام کے بارے میں حیطہ اختیار سے باہر ہونے کا اندیشہ، مقامِ سلوک میں خوف علم ومعرفت سے پیدا ہوتا ہے اور بقول امام غزالی، خوف، یقین ومعرفت کا اول مقام ہے۔ معرفت کے حصول کے بعد خوف پیدا ہوتا ہے اور خوف سے زہد، صبر اور توبہ جنم لیتے ہیں۔

خمار: لغوی اعتبار سے بادہ فروش، اصطلاح تصوف میں مرشد و شیخ جو مئے توحید سے مخمور کرکے دنیا سے بیگانہ کردے۔ اس لیے خانہ خمار کو خرابات مقامِ وحدت بھی کہا جاتا ہے۔

خم: جائے وقوف۔

خم خانہ: غیب وشہود کی منزلیں، مرکز ورودِ تجلیات (اسی لیے قلب کوخمخانہ کہا جاتا ہے)

خال: نقطہ وحدت جو اپنی تمام حقیقتوں کے ساتھ قلب انسانی پر ظاہر ہو۔ اصطلاح تصوف میں معصیت کی اس ظلمت کو بھی کہا جاتا ہے جو طاعتوں کی نورانیت کے درمیان ہو بشرطیکہ طاعت کے مقابلہ میں معصیت کم ہو۔ جیسے کہ رخِ زیبا پر کال، اس کو بانداز دگر اس طرح بھی استعمال کیا جاتا ہے۔'' صاحبانِ کمال کے پاس ثروتِ دنیا کا ہونا جو ان کے عارض نورانی پر بمنزلہ (سیاہی کا دھبہ) خال کے ہے۔ خال کوتصوف ہی میں نہیں فارسی زبان کے متصوفانہ ادب میں بھی بہت ہی لطیف پیرایوں میں استعمال کیا گیاہے۔ اورمشہورصوفی شاعر حافظ شیرازی نے تو محبوب کے خال پر سمر قند اور بخارا کو بھی قربان کردیا۔

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل مارا
بخال ہندوش بخشم سمر قندو بخارا را

لیکن خال کی ایک جامع ومانع تعریف ان الفاظ میں بھی کی گئی ہے۔ انسان کامل کا دل خار راہ، موانع سلوک یا خودی۔

خانقاہ: شیخ کے قیام کی جگہ، عالم تنزیہہ، لغوی زبان میں لفظ خانقاہ کا تجزیہ اس طرح کیاجاسکتاہے کہ یہ فارسی زبان کے دو الفاظ خانہ اور گاہ سے مرکب ہے جو کثرت استعمال یا معرب کرتے وقت خانقاہ بنا اور فقر اور راہِ سلوک کے رہنے کی جگہ کو خانقاہ کہا جانے لگا۔

ختام: مقامِ قرب کی انتہا۔

خرابات: مظاہر جلالی، خرابی عالم بشریت، عزلت خانہ پیرو مرشد جہاں طالب کی عقل زائل ہوجاتی ہے اور اسکے ہوش وحواس غائب ہوجاتے ہیں صوفیا خرابات سے عالمِ باہوت (تشبیہ) بھی مراد لیتے ہیں۔

خرابی: تدابیر وتصرفات عقلی میں انہماک۔

خرقہ: وہ لباس ہے جو شیخ طریقت اپنے مرید کو بیعت لیتے وقت قبل تکمیل یا بعد تکمیل عطا کرتا ہے۔ مشائخ وصوفیا عام طور پر اپنے مرید کو تکمیل مراحل تصوف کے بعد جو مخصوص قسم کا عبا پہناتے ہیں۔ اس کو اصطلاحِ تصوف میں خرقہ خلافت کہا جاتا ہے۔ خرقہ کو دراصل ولایت شیخ کا نشان، سایہ یا پرتو کہا جاتا ہے جس سے مرید بتدریج شیخ کا رنگ اختیار کرلیتا ہے۔

خط: برزخ، کبریٰ (دائرہ وجود) حقیقت محمدی، غیبت وشہود کے درمیاب حدِ فاصل۔

خلافت: شیخ اپنے مرید یا ایسے شخص کو جو رشد وہدایت اہل ہو جب اجازت بیعت دیتا ہے اس کو اصطلاحِ تصوف میں خلافت کہا جاتا ہے۔

خاتم: نہایت کمال کو پہنچنے والا جس نے تمام مقامات مکمل کر لیے ہوں۔

باب الدال

دال: وہ صولت، شان وشکوہ جو غلبہ نفس یا داعیہ نفس کے باعث صادر ہو۔

دف: طلب مطلوب کیجانب اشارہ بعض اوقات دف دسے تعبیر کیا جاتا ہے۔

دارالاسباب: دنیا، عالم ناسوت۔

درۃ البیضاء: عقل اول، سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: اول ماخلق اللہ العقل، رب کائنات نے کائنات میں سب سے پہلے عقل کو پیدافرمایا۔

درویش: کشتہ انوار تجلی ہونے کے بعد یا اپنی خودی سے منزل فنا تک رسائی کے بعد بقا کو حاصل کرنے والا جو مستغنی عن الغیر ہوجائے۔

دھن: صفت متکلمی، سر خفی جس کا ادراک محال ہو۔

دریا وساحل: عام طور پر ہستی وجود کو دریا سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اسی ہستی وجود کے ساحل کو نطق کہا جاتا ہے۔جسم انسانی کو بھی دریائے ہستی کا ساحل کہا جاتا ہے۔ کیونکہ نطق بھی جسم انسانی کی ایک صفت ہے۔

دوش: ازل، عالم غیب، کبریائی حق۔

دوزخ: تجلی جلال، احکام کثرت، خواہشات نفسانی۔

دوری: عالم کی کیفیات سے آگاہی۔

دنیا: حق تعالیٰ سے غفلت کا نام، شیخ جعفر خلدی فرماتے ہیں، چار چیزوں کا نام دنیا ہے، مال، کلام، خواب، مال سرکش بناتا ہے۔ کلام غافل کرتا ہے۔ سونانسیان پیدا کرتا ہے اور کھانا انسان کو بے ہوش کرتا ہے۔

دیر: خرابات، باطن عارف، عالمِ تحیر، عالم انسانیت، اسے کلیسا بھی کہتے ہیں۔

دیوانہ: خودی سے بے گانہ، اور طلب حق میں حیران وپریشان۔

باب الذال

ذات: وجودِ باری۔

ذکر: اللہ کی یاد ، غیر اللہ کو فراموش کرکے حضور قلب کے ساتھ قربِ الٰہی کے حصول کی جدوجہد، زبان سے ذکر اور قلب میں فکر کی کیفیت، ذکر کا شمار افضل عبادات اور بندگی کے اشرف معاملات میں ہے۔کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اسلام کا اظہار، ایمان کی اصل اورعین ذکر ہے۔ حضرات صوفیائے نے ذکر کے بہت سے انداز اور طریقے بیان کیے ہیں۔ ذاکر الفاظ میں ذکر کرے۔ مثلاً کلمہ االله یا حق یا ھو یا جملہ سبحان الله یا لا اله الا الله زبان سے ادا کرے اس کو ذکر جلی کہتے ہیں اور اگر صرف دل میں ان الفاظ کا خیال لایا جائے اور زبان پر الفاظ نہ آئیں تو یہ ذکر خفی ہے۔صوفیاء کرام کے نزدیک بہترین ذکر یہ ہے کہ جس میں دل اور زبان دونوں مصروف ہوں۔ ذکر کی تعریف یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ ہر وہ چیز جس کے ذریعہ طالب ومطلوب بندۂ وخالق میں رابطہ پیدا ہویا وہ خود رفتگی یا جمالِ یار کے مشاہدہ سے پیدا ہو یا تعلق میں اضافہ ہو۔ اس انداز یا کیفیت کو ذکر کہا جاتا ہے۔

ذوق: آغاز مبادی تجلیات الٰہی ، ذوق سے مراد وہ نور عرفانی ہے جو خداوند تعالیٰ اپنی تجلیات سے اولیاء کے قلوب میں بلا کسی ذریعہ کے پیدا فرماتا ہے۔ یا وہ مستی جو عاشق میں شرابِ عشق کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، وہ شوق جو کلامِ محبوب سن کر پیدا ہوتا ہے۔ یا وہ خود رفتگی جو جمالِ یار کے مشاہدہ سے پیدا ہوتی ہے۔

ذھاب: غیبت اور از خود رفتگی ، ذہاب تمام تر غیبت ہی غیبت ہےبعض اربابِ بصیرت نے فرمایا مشاہدہ محبوب کی محویت میں ہرمحسوس شئے کی جس سے قلب کا بے خبر ہوجانا زہاب ہے۔

باب الراء

رجا: سخی کی سخاوت پر اعتماد، چشم حال سے جمال یار کو دیکھنا ،حسن عدہ پر دل کی شادمانی، رجا کی تولید محبت سے ہوتی ہے۔ جبکہ خوف سالک مبداء علم ومعرفت ہے۔

رضا:(ا) منزلِ سلوک کا اعلیٰ مقام جو مقامات کی انتہا ہے۔

(۲) مرضی الٰہی پر شاکر ہونا (جس کا ادنیٰ مرتبہ صبر اور اعلیٰ مرتبہ تسلیم ہے)

رمس: قلب سے نفی عین کرنے والی کیفیت

روح: امر ربی، لطیفہ بدنی کا رب، حیاتِ حسی کا مصدر، قوائے نفسانی پر فیضانِ حیات کا منبع، اس کو اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں کہ روح ایک ایسی چیز ہے جس کے جسم مں موجود رہنے سے جسم میں زندگی رہتی ہے اور جس کے نکل جانے سے جسم مردہ ہوجاتا ہے۔ حرکتِ حیات کا سبب قریبی روح ہی ہے جو ہر چیز میں جاری وساری ہے۔ روح کے کئی مدارج ہیں۔ حیوانی روح نباتاتی روح سے افضل ہے جبکہ روح انسانی روحِ حیوانی سے افضل ہے۔ روح انسانی تین اجزا پر منقسم ہے اور ہر قسم پر روح کا اطلاق ہوتا ہے۔

روح حیوانی: وہ ہوائے لطیف جو جسم میں قبولیت حیات کی صلاحیت اور رحمِ مادر میں تخلیق انسانی کی تکمیل کا سبب بنتی ہے۔

روح انسانی: حضرت علیم کی شعاع علم جو مادہ (نطفہ) انسانی پر پڑتی ہے اور رحمِ مادر میں تخلیق انسانی کی تکمیل کا سبب بنتی ہے۔

روح القدس: سر الٰہی، وجود ساری، روح الارواح۔

رفتن: عالم علوی سے عالم سفلی کی جانب تنزل۔

رشحات: لغوی معنی قطرات کے ہیں۔ اصطلاح تصوف میں وہ علوم وفیوض معارف وحقائق مراد ہوتے ہیں۔ جن کا تقاطر سالک کے قلب پر عالم قدس سے ہوتا ہے۔

رسم: وہ عبادتیں جو عادتا بلا نیت تقربِ حق ادا کی جائیں۔ کبھی رسم سے خلق یا صفاتِ خلق مراد ہوتی ہیں۔

ردا: سالک میں صفات حق کا ظہور یا صفاتِ حق میں سالک کا ظہور، یا اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں کہ سالک کا صفاتِ حق اپنانا۔

راحت: وہ امور جو قلبی ارادہ کے مطابق پیش آئیں۔

رنج: اوامر نواہی۔

رند: طاعت میں اعمال سے قطع نظر کرنے والا جو رموز وحقائق بلا تکلف بیان کرے۔

رویت: وہ مشاہدہ بصری جس کا عالم دنیا سے تعلق ہو یا عالم آخرت سے بعض حضرات نے فرمایا

کہ کسی چیز کو آنکھ سے دیکھنا۔

ریاضت: تہذیبِ اخلاق، تزکیہ نفس اور اوصافِ ملکوتی کے حصول میں مشقت برداشت کرنا۔

رین: کفر و ضلالت کا وہ حجاب جو دل پر پڑا رہتاہے جس کا کشف ایمان کے بغیر نہیں ہوتا۔ رب تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

کلا بل ران علے قلوبهم ماکانوا یکسبون۔

ریحان: وہ نور جو ریاضت اور صفائے باطن سے حاصل ہوتا ہے۔

ریا: نمود ونمائش کی غرض سے ریاضت کرنا اور یادِ الٰہی سے غافل ہونا۔نمودو نمائش کا جذبہ شامل ہونے کا باوجود اگر خلوصِ نیت کے ساتھ کی جانے والی عبادت کا پتہ چل جائے/ ظاہر ہوجائے تو اسکو ریا نہیں کہیں گے۔ (ریا کا مسکن قلب ہے اعمال سے اسکا تعلق نہیں)

رقیب: وہ چیز جو محبّ ومحبوب کے درمیان رخنہ اندازی کے درپے ہو۔ اسے نفس امارہ اور حواس خمسہ بھی کہہ سکتے ہیں۔لغت میں رقیب کے معنی یہ کیے گئے ہیں، پاسبان، نگہبان اور وہ دو شخص جو ایک ہی شخصیت پر عاشق ہوں۔ ہر ایک دوسرے کا رقیب کہلاتا ہے کیونکہ ہر ایک دوسرے سے معشوق کی نگہبانی حفاظت اور بچاؤ کرتا ہے۔

باب الزاء

زھد: زہد وہ کیفیت ہے جو سالک کو مقامات طریقت میں سے کسی مقام کے حصول کے لیے آمادہ ومستعد کرے۔ اسی وجہ سے ورع کو زہد قرار دیا گیا ہے۔صوفیائے کرام نے اپنے اپنے انداز میں زہد کی تعریف کی ہے۔ ایک صاحب نے فرمایا کہ زہد دنیا میں ٹاٹ پہننا اور جو کی روٹی کھانے کا نام نہیں ہے بلکہ دنیا سے دل نہ لگانا اور اپنی آرزوؤں اور امیدوں کو محدود ومختصر کرنا ہے۔ ایک صاحب کا ارشاد ہے کہ زہد تین حروف سے بنا ہوا لفظ ہے۔'ز' سے مراد ترک زینت ہے۔'ہ' سے مراد ترک ہوا ہے (یعنی ترک خواہشات) اور 'د' سے ترک دنیا مراد ہے۔

زاھد: سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی بندہ دنیا میں زاہد نہیں ہوسکتا مگر وہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے حکمت کو ثابت فرمایا اور اسی کے ساتھ اس کی زبان کو گویا کردیا۔ دنیا کے عیوب اس کو دکھا دیے اور اس کو دنیا سے دارالسلام کی جانب سلامتی سے نکال لیا۔

زاھد خشک: جاہل، ریا کار جس میں بوئے عشق نہ ہو۔

زبان: اسرار الٰہی۔

زر: ریاضت ومجاہدہ سے کنایہ ہے کیونکہ ریاضت ومجاہدہ کے ذریعہ ہی سالک سفر آخرت طے کرتاہے اس لیے ریاضت مجاہدہ کو زر کہتے ہیں۔

زلف: سلسلہ تعینات، جذبِ الٰہی ، مقام راز و اخفا، مظاہرہ کثرت، پریشانی یا پریشان کن حالات، ابتلا۔

زمان: فلک اعظم کے حرکت کی مقدار۔

زمستان: مقام کشف۔

زنخ: زبان کی لذتوں کا محل۔

زنار: سالک کی یکجہتی ویک رنگی، دین ویقین کی کیفیات میں استقامت۔

زندگی: محبوب کی نگاہ میں مقبولیت اور اس کی برعکس حالت موت کہلاتی ہے۔

باب السین

سابقه: عنایت ازلی جو تنزیل کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ سیرالی السلوک میں مرید ومنتہی کے درمیان متوسط مقام۔

سالک: (۱) قوت علم اور قوت حال سے مقامت کی سیر میں مشغول ہونے والا۔(۲) یا وہ شخص جس کا علم عین الیقین کی منزل پر پہنچ چکا ہو۔بعض حضرات نے لکھا ہے کہ سالک وہ ہوتاہے جو خالق کائنات تک رسائی حاصل ہونے والے راستہ پر کشف عیانی کے طریقہ پر گامزن ہو۔ راہِ سلوک پر چلنے والے کو سالک کہتے ہیں۔تصوف میں اس کو درجات کے اعتبار سے سالک مجذوب اور کبھی مجذوب سالک بھی کہا جاتاہے۔

سحق: قہر الٰہی کے سامنے بندہ کا بیخود بے بس ہوجانا۔

سر: وہ نورانیت جس سے صاحبانِ دل اور راسخین فی العلم ہی واقف ہوں۔بعض حضرات نے کہا کہ دوستی کے حال کو چھپانا سر ہے۔

سرالسر: ایسا وصف ہے جو اللہ رب العالمین کے ساتھ مخصوص ہے۔

سر العلم: حقیقت علم کو کہتے ہیں یا بقول علامہ کا شانی حقیقت علم سر العلم ہے۔

سر الحال: مراد الٰہی کو سمجھنا۔

سفر: ذات باری کے ساتھ قلب کی توجہ کا نام بعض حضرات کے نزدیک ایک مقام سے دوسرے مقام تک حرکت معنوی، سفر کی ابتدا اس وقت ہوتی ہے جب بندہ مصمم طور پر باری تعالیٰ کی جانب متوجہ ہوتا ہے۔ سفر چار ہیں۔ سفر اول سے مراد وحدت سے حجاباتِ کثرت کا رفع ہوجانا ہے۔ اس کا نام سیر الی اللہ ہے۔ یعنی منازل نفس سے افق مبین کی طرف سیر۔ جو قلب کا انتہائی مقام ہے سفر ثانی وجود کثرت سے حجابات وحدت کا رفع ہوجانا ہے۔ اسکو سیر فی اللہ کہتے ہیں تا کہ صفاتِ خدا وندی سے بندہ متصف ہوجائے اور اسمائے الٰہیہ کا تحقق ہوجائے۔ یہ وسیلہ حق ہے اور روح کا مقامِ نہایت ہے۔ سفر ثالث عین جمع اور حضرت احدیت کی جانب ترقی ہے۔ اس منزل پر اگر دوئی باقی رہ جائے تو یہ مقام، قاب وقوسین ہوگا۔ اگر دوئی اور مغائرت ختم ہوجاتی ہے تو یہ ولایت کا مقامِ نہایت ہوتا ہے۔ سفر رابع سیر اباللہ عن اللہ، یہ مقام بقا بعد فنا اور مقامِ فرق از جمع ہے۔

سفه: ترک امر کو کہتے ہیں۔

سکر: لغت میں مستی کو کہتے ہیں لیکن اصطلاح میں کسی وارد قوی کے باعث خود سے بیگانہ اور بیخود ہوجانا۔ حیرت دہشت، غایت بیخودی ومدہوشی، تعطل عقل جو مشاہدہ جمال معشوق کا نتیجہ ہو۔ یہ حالت غیبت سے تقویت پاتی ہے اور لطف ولذت کا باعث ہوتی ہے۔

سواد الوجه فی الدارین: اسی طرح فنا فی اللہ ہوجانا کہ سالک کا ما سویٰ اللہ سے کوئی تعلق باقی نہ رہے۔ اسی کا نام فقر حقیقی، بازگشت اور عدم اصلی ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ جب منزل فقر تمام ہوگئی تو بس اللہ ہی اللہ ہے۔

سوال: طلب حقیقت۔

سواد اعظم: سالک کی پسندیدہ منزل کا حصول۔ نہایت انوار اور شب یلد ابھی سوادِ اعظم کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔

سوز وساز: فنا وبقا اپنے تمام لوازمہ ونتائج کے ساتھ۔

سه جاده: شریعت، طریقت اور حقیقت کا مجموعہ، یعنی تین راستے جو منزل مقصود تک پہنچاتے ہیں۔

سیر و طیر: سالک کا ایک حال سے دوسرے حال، ایک عمل سے دوسرے عمل یا ایک تجلی

سے دوسری تجلی میں منتقل ہونا سیر یا طیر کہلاتا ہے۔ اگر یہ منازل کشف وکرامت کے واسطہ سے حاصل ہوں تو اس کو سیر کہیں گے اور اگر یہ منازل بلا کشف وکرامت طے ہوجائیں تو اس کو طیر کہیں گے اور یہ منازل بلاکشف وکرامت طے ہوجائیں تو اس کو طیر کہیں گے۔ یہ راستہ جلد اورآسانی سے طے ہوتاہے۔ زبان تصوف میں اس کوسلوک اتم کہا جاتا ہے۔

سیمرغ: ذات مطلق یا عقل کل۔

سیم: ظاہر وباطن کے تصفیہ کا دوسرا نام۔

سماع: دل کے کان سے حقیقت کو پانا اور دل کی سمجھ سے حقیقت کو سمجھنا۔مخلوق کے کلام کی موجودگی مین حق کے اشاروں سے واقف ہونا۔ جو آواز ظاہری کانوں سے ٹکراتی ہے اس سے ترقی کرکے اس حالت کو جانا جو راز ہائے باطن کے ''جمع'' کا سبب بنے۔سماع غیب کے خطاب کی طرف دل کو لگانے کا نام ہے ۔تصوف میں سماع سے مراد وہ مجلس بھی ہوتی ہے جہاں اہلِ صفا حظ نفسانی سے مجرد اور عادتِ شہوانی سے بےتعلق ہوکر صدق وصفا کے ساتھ طلب الٰہی کے ذوق وشوق میں جمع ہوں اورضروری شرائط کی پابندی، آداب کا لحاظ، اصحاب حال کا توحید وعشق الٰہی میں ڈوبا ہوا موزوں کلام حسنِ صورت اور دلکش لحن میں سنا جائے اور یہ اجتماع از اول تا آخر تقرب الٰہی کی نیت سے ہو اس میں کوئی وار جذبہ شامل نہ ہو۔

جو مجالس سماع ان پابندیوں سے آزادہوں ان کوتصوف میں سماع نہیں کہا جاتا۔ رسمی اور نمائشی اجتماعات کو تصوف کے سماع سے کوئی تعلق نہیں ۔ اس سلسلہ میں بہت کچھ لکھنا اور لکھا جانا چاہیے، کتاب کی طوالت کا خوف اگر دامن گیر نہ وہتا تو اس ہدایت پر خود بھی عمل پیرا ہوتے لیکن اب یہ فریضہ ان لوگوں کے سپرد ہے جو تصوف کے سلسلہ میں تفصیلا کچھ لکھنا چاہتے ہیں۔

باب الشین

شاھد: حق باعتبار حضور وظہور، فروغ نور تجلی مخصوص باارواح طیبہ، مشاہدہ کے اثر سے دل پر مرتب ہونے والی کیفیات واثرات اگر غلبہ علم کا نتیجہ ہوں تو شاہد علم کہلائیں گے۔ اگر غلبہ وجد کا نتیجہ ہوں تو شاہد حق ۔

شجرہ: نفسِ انسانی، ابن عربی نے اس سے انسان کامل کو مراد لیا ہے۔

شرب: (۱) طاعت کی حلاوت، کرامت کی ذلت اور انس سے حاصل ہونے والی راحت۔ (۲) تجلیات کی درمیانی کیفیت جو تجلیات صفاتی کے آثار و نتائج سے مرتب ہو۔

شطح: اصطلاحِ تصوف میں اس کی جمع ''شطحیات'' ہے ۔لغوی اعتبار سے شطح کے معنی ''حرکت'' ہیں لیکن عارفوں کی دنیا میں وجد کرنے والوں کی وجد کی تیز کیفیت کو''شطح'' کہتے ہیں۔ شطحیات سے وہ کلمات مراد ہوتے ہیں جو صوفیا کی زبان سے مستی ،شوق اور غلبہ حال میں بے اختیار صادر ہوجاتے ہیں جو بظاہر خلاف شریعت معلوم ہوتے ہیں مگر باطنی طور پر ان میں کسی سرّ کی جانب اشارہ ہوتا ہے جسے ہر شخص نہیں سمجھ سکتا۔

شهود: رویت حق بحق۔

شواهد الحق: حقیقت اکوان کا نام ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے مکون کی شہادت دیتی ہے۔

شواهد التوحيد: تعینات اشیاء کو کہتے ہیں کیونکہ ہر شے تعین خاص کے ساتھ یکتائی ہے **ففی کل شئی له آیة تدل علے انه واحد۔**

شواهد الاسماء: اکوان کے احوال واوصاف وافعال کا اختلاف جیسے مرزوق کی شہادت رازق کے بارے میں اور''حییّ کی شہادت''''محی'' پر ہے۔

شؤن: افعال کو کہتے ہیں۔

شؤن ذاتيه: ذات احدیت میں اعیان وحقائق کے نقوش کا اعتبار جس طرح بیج یا گٹھلی میں درخت اپنے لوازم کے ساتھ۔

شيخ: ہادیٔ طریقت ،رہنما، استاد، طالبانِ حق کو تعلیم وتربیت، توسل، تصرف اور فیضان کے ذریعہ بارگاہِ الٰہی سے روشناس کرانے والا۔ ایسا انسان جو علوم شریعت طریقت اور حقیقت میں تکمیل کی منزل تک پہنچ چکا ہو۔

اصحاب تصوف شیخ کے تین انداز بتاتے ہیں:

شيخ كامل: وہ ہوتا ہے جو خود تو کامل ہو لیکن دوسروں کی تکمیل نہ کرا سکے۔ البتہ تصوف کی ابتدائی تعلیم دے سکے۔

شيخ مكمل: جو خود بھی کامل ہو اور دوسروں کی بھی تکمیل کر سکے۔ یہ صاحبِ حال ہوتا ہے۔

شيخ اكمل: جو خود بھی کامل ہو اور دوسروں کی تکمیل کی اہلیت رکھتا ہو لیکن غلبہ حال کی وجہ سے

دوسروں کی طرف توجہ نہ دے سکے۔

شگوفہ: اعلیٰ مدارج تصوف۔

شمائل: جمالی اور جلالی خصائل کا امتزاج

شمع: نورعرفان جو قلبِ سالک کو منور کرے۔

شوق: محبوب کی ملاقات کیلیے قلبی کیفیات ۔

شہادت: خالق کی رضا کے حصول کے لئے تن، من، دھن، قربان کر دینا شریعت کی زبان میں، شہادت کی دو قسمیں ہیں۔ (صغریٰ) وہ شہادت ہے کہ راہِ حق میں جان کو قربانی کے لئے پیش کیا جائے اور کبری سے مراد وہ شہادت ہے کہ بندۂ مومن اپنی رضا کو رضائے رب پر قربان کردے۔ ہوا ہوس کو چھوڑ کر طلب و رضائے رب کی منزل اختیار کرے۔

شہر: وجود مطلق۔

شیدا: تارک الدنیا، صاحبِ جذب وشوق مست الست۔

شرود: آفتوں، حجابوں اور بے قراری سے نجات طلب کرنا۔

باب الصاد

صبر: اللہ رب العالمین کے سامنے اپنے نفس کو جزع وفزع سے باز رکھنا نیز ناگواریوں کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرنا اور ترش رو نہ ہونے کا نام صبر ہے۔ اسکی انتہائی منزل توکل کہلاتی ہے ابومحمد جریری فرماتے ہیں کہ مصیبت کے وقت سکون کا مظاہرہ صبر ہے۔ شیخ عمرو بن عثمان مکی نے فرمایا کہ اللہ رب العالمین کے حکم کی تعمیل، اس پر استقامت کا مظاہرہ اور خندہ پیشانی کے ساتھ مصیبت کو برداشت کرنا صبر ہے۔ ایک اور صاحبِ وقت نے فرمایا مرضی کے مطابق کام نہ ہونے پر مشیت الٰہی پر انحصار کرنا اور کلمہ شکایت زبان پر نہ لانا صبر ہے۔

صحو: غیبت کی منزل سے احساس کی جانب عارف باللہ کی واپسی یا بے خودی کے بعد احساس کی کیفیت حاصل ہونا (یہ سکر کا مد مقابل ہے)

صاحب الزماں: صاحب وقت، ایسی حقائق اشیاء پر مطلع ہونے والا جو حکم زماں سے خارج ہوں۔

صباء: وہ ہوا جو صبح کے وقت عرش کے نیچے سے چلتی ہے یا وہ خنک ولطیف ہوا یا نسیم خوشگوار

جس سے گلہائے رنگا رنگ کھلتے ہیں ۔ خیر پر ابھارنے والے دواعی ۔

صحق: تجلی ربانی کے وقت فناء الفنا کی منزل۔

صدا: انعکاس صوت ، گنبد جنگل یا ویرانہ کی آواز بازگشت۔

صفت : ذاتی طور پر قائم نہ رہنے والی چیز، کسی شخص یا چیز میں پائی جانے والی خوبیاں۔

صفات جلالی: وہ صفات جو اللہ تعالی کی عظمت وجلال کو ظاہر کریں۔

صفات جمالی: اللہ تعالیٰ کے وہ صفات جو اسکے لطف وکرم کو ظاہر کریں۔

صفات ذاتی: وہ خوبیاں جو کسی ذات میں پائی جائیں اور ان خوبیوں کی ضد یا عکس اس کے شایانِ شان نہ ہو جیسے اللہ تعالیٰ کی صفت قدرت وعزت وعظمت ۔

صفات فعلی: ایسی صفات جن کے حامل کا ان صفات کی ضد سے متصف ہونا بھی ممکن ہو جیسے رضا، رحمت سخط وغضب۔

صاحب تلوین: مغلوب الحال یا ایسا مبتدی جس نے ابھی وادی تصوف میں قدم رکھا ہو۔

صاحب تمکین: وہ منتہی جو تابع حال نہ ہو یعنی حال کی آمدورفت اور اس کا قیام اس کے قبضہ واختیار میں ہو ایسی شخصیت کو ابوالحال بھی کہا جاتا ہے۔

صاحب خدمت: اللہ رب العالمین کے وہ بندے جو اپنی کیفیت وصلاحیت کو ظاہر کیے بغیر امور تکوینی کے انتظام و انصرام کی خدمت انجام دیتے ہیں۔ انہیں اولیائے ظاہر کے مقابلہ میں اولیائے مستور بھی کہا جاتا ہے۔ یہ رجال الغیب کے نام سے بھی یاد کیے جاتے ہیں۔

صلاح: نیکی، ہمیشہ عبادت الٰہی میں اشتغال رکھنا۔

صالح: صادق فی اللہ یعنی وہ شخص جو ہر کام رضائے رب کے لیے کرے۔ لیکن ان کاموں کے سبب دنیا وعقبیٰ میں جنت کا متمنی اور دوزخ سے ترساں ہو۔

صلح: اعمال وعبادات کا شرف قبولیت حاصل کرلینا۔

صمدیت: سلوک کی منازل میں سے ایک منزل ہے جہاں پہنچ کر انسان صفات بشری سے کنارہ کش ہوکر شہود ذات کے سرور میں صفات ملکوتی حاصل کرلیتا ہے اور ایسا محوہوتا ہے کہ اکل وشرب کا ہوش نہیں رہتا۔

صنم: حقیقت روحی، صورت صفاتی کی تجلی کا ظہور۔

صراط مستقیم: کشف کی جانب لے جانے والا راستہ۔

صفو: برگزیدگی، صفائی، تزکیہ، اصطلاح، تصوف میں ان صفات کے حامل کو صاحبانِ صفوت کہا جاتا ہے۔ کیونکہ ان کے دل غیرت کی کدورت سے پاک ہوتے ہیں۔

صور کونیه: موجودات خارجیہ، جو عالم واقعہ میں موجود ہوں۔

صومعہ: لغت میں عبارت خانہ کے معنی میں مستعمل ہے لیکن اصطلاح میں عیسائیوں کے عبادت خانہ کے لیے بولا جاتا ہے۔ تصوف میں صومعہ سے مراد مقام تنزیہہ ہے۔

باب الضاد

ضبط: حدود کے اندر رہ کر کسی چیز کی نگرانی۔

ضیا: نور مخلوط بہ ظلمات کو صاحبان تصوف نے ضیا کہا ہے۔ لغت میں ضیا مطلق روشنی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ صوفیا نے فرمایا ہے ضیا نور سے قوی ہوتی ہے اور نور سنا (روشنی) سے قوی ہوتا ہے۔

باب الطاء

طریقت: سیر سالکاں یا روش ارباب حال، تہذیب اخلاق، بری عادتوں کو اچھی عادتوں سے تبدیل کرنا، اسی کو سفر در وطن بھی کہا جاتا ہے۔ طریقت کے معنی کو سمجھنے کے لیے اس بات کو جاننا ضروری ہے کہ حقیقت مغز اور شریعت کے درمیان ایک برزخ یا رابطہ ہے۔ اسکو بانداز دگر یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ شریعت نسخہ ہے(ازالہ مرض کے لیے مجوزہ دوائیں) اور طریقت اس کا درست استعمال، حقیقت اس نسخہ کے صحیح استعمال سے نتائج کا حصول ہے۔ روحانی زندگی میں ترقی حاصل کرنے کے لیے سفر اور سیر کے مقامات ومنازل سے گزرنا ہوتا ہے۔ صاحبِ کتاب ''اللمع'' نے طریقت کے لیے یہ سات مقامات بتائے ہیں تو بہ، ورع، زہد، فقر، صبر، توکل اور رضا، ان مقامات کو یکے بعد دیگرے طے کرنا طریقت ہے(اصطلاحات تصوف کا عموما اور مصطلحات طریقت کا خصوصا اس مختصر رسالہ میں تفصیلا بیان کرنا اور اسے ضبط تحریر میں لانا ممکن نہیں۔ یہاں کوزہ میں دریا کو بھرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ دیکھا یہ ہے کہ ہم کس قدر کامیاب ہوئے ہیں۔)

طمس: عین کی ایسی نفی کہ بعد میں اس کا اثر بھی نہ رہ جائے۔ صفات باری میں صفات بندگی

کا فنا ہوجانا۔ اس کومختصر الفاظ میں فنائے صفاتی بھی کہا جاسکتا ہے۔

طوارق: راتوں کو کی جانے والی مناجاتوں یا اذکار میں قلب پر کسی وارادات کا طاری ہونا۔

طوائع: انوار معارف سے قلب کا منور ہونا یا وہ کیفیات جو اسمائے الٰہیہ کے تجلیات کی ابتداء میں پیدا ہوکر نور باطن سے منور کردیں۔

طاھر: مجاہدہ وریاضت سے اپنے اندر پاکیزگی پیدا کرنے والا (اس طہارت وپاکیزگی کی وجہ سے ذات باری اس کو گناہوں سے محفوظ رکھتی ہے)

طائر: اعیاں ثابتہ،محل صور علمیہ، تقدیر یا علمِ الٰہی، فرشتگان مقرب۔

طبیب روحانی: شیخ مکمل

طرب : ذات باری کے ساتھ انس اور اس کے سبب سرور قلبی کا حصول ۔

طراوٹ : ذات باری کی جانب سے اسباب تخلیق میں انوار کا ظہور۔

طلب۔: ذات باری کے ساتھ ایسی محبت جو دنیاوی اندازوں سے ماوراء ہو۔

طمانیت: حق تعالیٰ کے ساتھ سالک کے قلب ونفس کی ایسی کیفیت جو سکون و قرار کی،مظہر ہو۔

طور ایمن : نفس انسانی ۔

باب الظّاء

ظلّ: ظہور کے تمام انداز اورتعینات ، وہ وجود اضافی جو اعیان ممکنہ اورتعینات کے ساتھ ظاہر ہوں ظلمت عدمیت ، اس کی ایک تعریف وجود خارجی بھی کی جاتی ہے ۔ وہ نور جو صور معدومات میں ظاہر ہو وہ ظلّ ہے ۔

ظلمت : لغوی معنی تیرگی اور اندھیرے کے آتے ہیں، اصطلاحِ تصوف میں اس کا اطلاق اس علم ذات پر کیا جاتا ہے جو اس کے غیر سے منکشف نہیں ہوتا ۔

ظل الله : انسانِ کامل جو حضرت واحدیت سے متحقق ہو ۔

باب العین

عارف : صبر کی دولت سے مالا مال ،صرف علم ہی سے نہیں بلکہ صفات باری کا بطریق حال و

مکاشفہ جاننے والا۔ موحد کا دوسرا نام عارف ہے۔ اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ عارف وہ ہے جس کو اللہ نے اپنی ذات، صفات، اسماء و افعال کا مشاہدہ کرایا ہو اور معرفت یہ ہے کہ جس میں شہود کی گفتگو کی جائے۔

عالم: وہ شخص جس نے ذات و صفات و اسماء الٰہی کے متعلق جو کچھ حاصل کیا ہو وہ بذریعہ علم الیقین ہو اس میں کشف وشہود کا دخل نہ ہو۔

عالَم: ما سوی اللہ کو عالم کہا جاتا ہے، مخلوقات خداوندی کو بھی عالم کہتے ہیں۔ ایک صوفی فرماتے ہیں وجود عالم ظل ہے اور وجود ظلی کے صرف یہی معنی ہوسکتے ہیں کہ وجود باری جو صورت ممکنات میں ظوہر فرما ہو۔ لہٰذا عالم صورت حق ہے اور حق تعالیٰ اس کی روح۔ اس لیے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو روحِ عالم کہا جاتا ہے۔

عالم جبروت: مرتبہ صفات الٰہی، عالم لاہوت، عالم ذات خداوندی۔

عالم الامر: عالم ملکوت وعالم غیب، عالم ناسوت، عالم فانی، دنیا و عالم الارواح کو کہا جاتا ہے جو بلا مدت و مادہ حکمِ الٰہی سے وجود میں آیا۔

عالم المخلوقات: عالم الشہادۃ جو مادہ سے وجود میں آیا ہو۔

عدل: ہر چیز کا اس کی اصل جگہ پر رکھنا عدل ہے۔

عرش: لغوی اعتبار سے تخت کے معنی میں آتا ہے، وہ مقام جہاں ربِ اکرم اپنی شان کے مطابق مقام فرمائے ہوئے ہے۔

عرض: قائم بالغیر یعنی جس کا وجود جو ہر سے قائم ہو۔

عقل: عالم تمیز، قوت امتیازی، حضرات صوفیا اس کو ''مدرک علوم'' کے معنی میں استعمال کرتے ہیں لیکن یہ بہت سے دوسرے معنی میں بھی استعمال ہوتی ہے۔

عقلِ معاش: وہ نور ایمانی جو قانون فکری میں وزن کیا گیا ہو اور جس کا ادراک بغیر آلہ فکر کے نہ ہوسکتا ہو، عقل معاش کی کسوٹی کو فکر کہتے ہیں اور اس کا ہم پلہ لفظ عادت ہے اور اسکی ایک جہت طبیعت ہے۔

عقلِ اوّل: نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو عقلِ اوّل کہا جاتا ہے اور کنایتاً کبھی جناب جبرئیل کو صاحب غیاث اللغات نے کہا ہے نو فرشتوں میں سے پہلا فرشتہ، عقل اوّل کو جو ہر اوّل بھی کہتے ہیں۔

علائق: طالبانِ طریقت جن اسباب سے تعلق پیدا کرکے اپنی مراد کو حاصل کرنے سے محروم رہتے ہیں۔

عالم باللہ: وہ علم معرفت ہے جس کے ذریعہ تمام بزرگوں نے معرفت خداوندی حاصل کی اور جب تک اس کی ذات سے تعارف نہ ہوا یہ حضرات بذات خود اس کو پہچان نہیں سکے۔ معرفت الٰہی کی غرض وغایت اس کی جانب سے ہدایت واعلام ہے جس کے بغیر علم باللہ کا حصول ممکن نہیں۔

عشق: افراطِ محبت، محبت کا انتہائی غلبہ، بیقرار ہوکر خودکو گم کردینا، فقدان ذات، دوست کی جدائی پر بے صبری۔

عاشقی چیست بگو بندۂ جانان بودن
دل بدستِ دگرے دادن وحیراں بودن

علم مع اللہ: درجات اولیا اور مقامات سلوک کا بیان علم مع اللہ ہے۔ وہ علم یا معرفت جو بغیر اتباع شریعت کے حاصل ہو، اس کی صحت یقینی نہیں ہوسکتی۔ اتباعِ شریعت یا احکام شریعت پر عمل مقامات سے واقفیت کے بغیر صحیح طرح نہیں ہوسکتا۔

علم من اللہ: علم شریعت کا دوسرا نام ہے۔

علم الیقین: احکام واوامر اور دنیاوی معاملات کا علم ہے۔ علم الیقین مجاہدہ سے حاصل ہوسکتا ہے، علم الیقین کے ذریعہ عین الیقین اور اسرار وحقائق کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ اس کی ایک اور تعریف اس طرح کی جاتی ہے کہ یہ وہ علم یقینی ہے جو دلائل وبراہین سے حاصل کیا گیا ہو۔

عماء: مرتبہ احدیت، جس کو سوائے اس کے اورکوئی نہیں جان سکتا اور وہ حجاب جلال میں ہے، نفس رحمانی، تعین وتجلی ثانی۔

عید: تجلیات وواردات قلبی جواعمال کے نتیجہ میں وارد ہوں۔

عبادت: نیک اعمال بغیرکسی امید کے محض اللہ کی رضا کے لیے انجام دینا۔

عبودیت: بندہ کا اللہ کی معیّت میں مرتبہ الٰہیہ سے خلق کی طرف لوٹ آنا، شریعت کی تعلیمات کو دستور العمل بنانا۔

عدم: اعیان ثابتہ

عزلت: گوشہ نشینی۔

عقاب: عقل اوّل، قلم اعلیٰ۔

عقبیٰ: اعمالِ صالحہ کے ساتھ وہ حجات جو مشاہدہ ذات میں حائل ہوں۔

علت: کسی سبب یا بلاکسی سبب حق تعالیٰ کی جانب سے بندہ کو تنبیہ۔

علف: شہوات نفسانی یا وہ کام جس سے نفس کو حظ حاصل ہو۔

عنقا: ہیولہ، کیونکہ وہ دیکھنے میں نہیں آتا۔

عین: سالک کا ذات حق میں محو ہونا اور لذت وصال پانا۔

عین ثابت: آئینہ عالم جو علم الٰہی میں کائنات کی تخلیق سے قبل موجود تھا۔ اب بھی ہے۔ اور آئندہ بھی رہے گا۔ خارج میں معدوم ہے۔

عیش: دوام حضوری۔

باب الغین

غبغب: لطفِ قہر آمیز۔

غراب: جسم کلی سے کنایہ ہے (جسم کی تعریف جسم کے ذیل میں گذر چکی ہے)

غربت: طلبِ مقصود میں وطن چھوٹنے کا غم۔

غم: طلب معشوق، محنت، قبض وبند۔

غم زدہ: خوف ورجاء التفات وبے التفاتی، لطف وقہر، قضا وقدر، ان کیفیات کی درمیانی حالت۔

غمکدہ: دنیا یا تصوف کی زبان میں مستورین ومجوبین کا مقام۔

غنچہ: تخلیقِ عالم سے قبل عالم کی حقیقت۔

غوث: مدارجِ سلوک میں قطبیت سے اعلیٰ مرتبہ، فریاد رس۔

غیبت: اپنے وجود کو فراموش کرکے ذاتِ احدیت میں مستغرق ہوجانا۔

غیر: عالم کون۔

غیرت: تصوف میں اس کے دو انداز ہیں، غیرت عن الخلق، اور غیرت عن الحق، غیرت عن الخلق یہ ہے کہ بندہ گناہوں پر شرمسار رہے۔ حقوق العباد کا خیال رکھے۔ اور غیرت عن الحق سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جو اسرار اس پر منکشف ہوں ان کو ظاہر نہ کرے اور خاصانِ خدا کے ساتھ مؤدب رہے۔

غین: قلب پر لطیف پردہ جو تزکیہ قلب کے ساتھ مجلی ہوتا رہتا ہے جو نورِ تجلی کے انعکاس سے اپنے وجود کو زائل کرلیتا ہے

غلبہ: وہ مغلوبی حالت جس میں سالک کے لیے سبب کا لحاظ اور ادب کی رعایت ناممکن ہو۔

باب الفاء

فترت: ضعف، ناتوانی، سستی، ابتداء سلوک میں وہ چھپی ہوئی حدت جو سالک کو گرماتی ہے لیکن اہم معنی دو پیغمبروں کی بعثت اور ان کے تبلیغی کارناموں کے درمیان کا وقفہ۔

فرق: مشاہدہ عبودیت، خلق کے باعث حق سے احتجاب، فرق کی دو قسمیں ہیں:

فرق اوّل: حق کے مستور اور خلق کے ظاہر ہونے کی وہ کیفیت جو ابتدا میں سالک پر وارد ہوتی ہے۔

فرقِ ثانی: رویت وحدت کے باوجود شہودِ حق کا حصول، حجابِ کثرت کا وحدت میں مشاہدہ، یا اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں رویت وحدت در کثرت وکثرت در وحدت بایں انداز کہ ایک دسرے کے لیے حجاب نہ ہوں۔

فقر: غنٰی اور اس سے رغبت کے فقدان کو فقر کہتے ہیں۔ دارین سے منہ موڑلینا، فنا فی اللہ ہوجانا، فقیر (صوفی) کے قلب کو آرزو سے اور اس کے ہاتھ کو متاع دنیا سے اسی طرح خالی ہونا چاہیے جیسے اس کا دل ما سویٰ اللہ سے خالی ہے۔ **الفقیر ھو الغاقد الاشیاء۔** شیخ ابوعبداللہ خفیف فرماتے ہیں: **الفقر عدم الاملاک والخروج عن احکام الصفات۔** (املاک کا نہ ہونا اور احکام صفات سے نکل جانا فقر ہے) شیخ ابو العباس نہاوندی فرماتے ہیں: *الفقر بدایۃ التصوف* فقر تصوف کی ابتدا اور اس کا آغاز ہے شیخ ابراہیم بن احمد الخواص فرماتے ہیں۔ فقر شرفا کی چادر، مرسلین کا لباس، صالحین کی زینت، متقین کا تاج، مومنین کا زیور، عارفین کا مالِ غنیمت اور مریدین کی آرزو ہے۔

فنا: اپنی ذات سے اوصافِ مذمومہ کو دور کر دینا فنا اور اوصافِ پسندیدہ کا باقی رکھنا بقا ہے۔ فنا کا ایک انداز تو کثرتِ ریاضت سے حاصل ہوتا ہے اور دوسرا انداز یہ ہے کہ عالمِ ملک وملکوت کا احساس ختم ہوجائے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں فرد عظمت ومشاہدہ حق میں مستغرق ہوجاتا ہے۔ مشائخ اسی قسم کی فنا کا تذکرہ کرتے ہیں اور صوفیاء کرام اسی کی جانب اشارہ کرتے ہیں۔ اس کی اعلیٰ ترین کیفیت کہ فرد کو اپنے ہوش کا بھی ہوش نہ رہے تو یہ منزل یا انداز فناء الفنا کا ہے۔ عدمِ شعور بیخودی۔

فتح: مقامِ ولایت، اسماء الٰہی کے انوار کی تجلیات اور اس کی کیفیات کا ورود۔

فتوح: عبادت، حلاوت، حصولِ مرتبہِ مکاشفہ ان باطنی نعمتوں کے حصول کے بعد ظاہری نعمتوں کے حاصل ہونے کی وہ کیفیت کشادگی جو قبض وبسط کی کیفیت کے بعد ہو۔

فریاد: ذکرِ جہر۔

فریب: استدراج (اس کے معنی الف کے ذیل میں آ چکے ہیں)

فغان: مستور حالات کا واشگاف ہونا۔

فراست: نورِ الٰہی کی روشنی میں لوگوں کے حالات یا واردات قلبی پر مطلع ہونا۔

فکر: تصور عقلی سے مقصودِ اصلی کی جانب سبقت۔

باب القاف

قبض: حالتِ حجاب میں قلب کی کیفیت، قبض ایسی کیفیت ہے جس کا ورود اکتسابی نہیں ہے اور اس کا ازالہ سعی وکوشش سے ممکن نہیں۔ البتہ عارفوں کے لیے قبض کی کیفیت ایسی ہی ہے جیسے مرید کے لیے خوف کی کیفیت۔

قدیم: سابق الوجود، وہ جس کی ذات سب سے اوّل ہے۔

قرار: حقیقتِ حال سے تردد کا زائل ہونا۔

قرب: بندہ پر طاری ہونے والی واردات کی ایک کیفیت جس میں بندہ قربِ الٰہی کا مشاہدہ کرتاہے۔ اس کیفیت کی منظرکشی قرآن حکیم کی اس آیت کریمہ سے ہوتی ہے۔ **واذا سئلک عبادی عنی فانی قریب۔**

قصد: کسی امر کے متعلق دل میں گزرنے والے خطرہ کی ارتقائی منزل کہ جب کسی عزم کو روبہ عمل لانا ہو۔

قطب: مرکز نظرِ خداوندی، اس ولی کا لقب جس کے قبضہ میں کسی ملک کا انتظام عالم معنوی میں اللہ کی جانب سے سپرد کیا گیاہو۔

قطبیت کبریٰ: منازلِ قطبیت کا اعلیٰ ترین مرتبہ منزل، ولایت کی آخری حدود۔

قلب: قلب کے معنی لغت میں دل اور خرد اور درمیانی حصہ کے ہیں۔ منازلِ قمر میں بھی ایک

منزل کا نام قلب ہے لیکن اصطلاح صوفیا میں قلب ایک جوہر نورانی ہے جو مادہ سے مجرد اور روح ونفس انسانی کے مابین ایک درمیانی چیز ہے انسانیت کا دارومدار اسی قلب پر ہے حکما اسے نفسِ ناطقہ کہتے ہیں۔ روح اس کا باطن ہے اور نفس حیوانی اس کا ظاہر ہے اور اس کے لیے بمنزلہ مرکب کے ہے۔

قوامع: سیر الی اللہ اور توجہ الی اللہ میں تائید الٰہی اور آسمانی امداد جو بندہ کے مقتضیات طبع اور نفسانیت کو دور کرے۔

قاب قوسین: احدیت اور وواحدیت کا مقامِ اتصال، مقام قرب، واقعہ معراج، اصطلاح عرب میں قرب کی انتہائی منزل۔

قاف: حقیقت انسانی۔

قامت: عالم ارواح سے عالم اجسام تک کا فاصلہ، لائق پرستش۔

قبلہ: انسانی توجہ کو اپنی جانب منعطف کرانے والی چیز یا وہ مطلوب ومقصود مجازی جس کی جانب قلب متوجہ تو ہومگر اس عمل میں یہ خیال بھی دامن گیر ہو کہ وہ پرتو حقیقت ہے اور اس توجہ قلبی میں مقصود کمالِ حقیقت ہو مجاز کا اس میں کوئی دخل نہ ہو۔

قد: وجوب وامکان کی درمیانی جگہ۔

قدمین: دو متضاد چیزوں کا ایک جگہ جمع ہونا، مثلاً وجود وعدم، حدوث وقدم تشبیہہ وتنزیہہ وغیرہ کا ایک ذات مین جمع ہونا۔

قدسیان: ملائکہ صلحا، اولیاء اللہ، صاحبان روحانیت۔

قرب وبعد: سیر قطرہ بجانب دریا، رفع تعینات، خودی کے پردوں کا ہٹنا اس کو کمالِ قرب کی منزل میں پہنچنے کے لئے اگر یہ کہیں تو برمحل ہوگا کہ صفاتِ الٰہی سے متصف ہونا۔ بشری صفات کی پابندیوں میں جکڑا ہونا، نفسانی لذتوں میں پڑ کر مبدأ حقیقی سے دوری اور حقیقت حال سے بے خبری، قرب وبعد کے سلسلہ میں یہ بات قابلِ لحاظ رہے کہ یہ کیفیت صفاتی وحالی ہے۔

قلاش: تارکِ تعیشاتِ دنیاوی بالفاظ دیگر تجلیات سے سیر نہ ہونے والا۔

قلم: تعین اوّل، عقلِ اوّل یا قلم اعلیٰ۔

قناعت: من پسند چیزوں کے نہ ملنے پر ملول نہ ہونا۔ تھوڑی چیز پر راضی ہوجانا۔

قوت: جمالِ الٰہی سے عاشق کا غذا پانا۔

قیامت کبری: لغوی اعتبار سے نہایت درجہ کارِ عجیب ، جس دن ہر شے اپنی اصل صورت پر ظاہر ہوگی۔حق تعالیٰ وحدتِ حقیقی سے جلوہ افروز ہوگا وہ قیامت کبریٰ ہے **یا کل شی یرجع الی اصلہ** ۔کا جس دن مصداق ہوگا۔تعینات ختم اور حجابات درہم برہم ہوجائیں گے۔ یا یوں کہیے کہ جس دن اسماء وصفات کی دولت وحکومت کا ظہور مشہودات سے اٹھ جائے گا وہ قیامت کبریٰ ہوگی۔

قرآن : ذات محض احدیث، بلا امتیاز تمام صفات واسرار کا مرکز ومحور۔

باب الکاف

کتاب مبین: لوحِ محفوظ،نفس کلی،مقدرات جوبصورت تحریر محفوظ ہیں۔

کرامت: بندہ مومن کی جانب سے جو خارق عادت بات ظاہر ہو۔

کشف: لغوی اعتبار سے پردہ اٹھانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اصطلاح تصوف میں امور غیبی اور معانی حقیقی پر سے حجابات کا اٹھنا۔

کمال: صفات وآثار آدمیت سے منزہ ہونا۔

کنز مخفی: ذاتِ واحد کی ہویّت ،غیب الغیب۔

کنود: اصطلاح شریعت میں فرائض کا ترک کرنا ،طریقت میں فضائل کا ترک۔

کیمیا: موجود پر قناعت اور مقصود کی جانب ترکِ رغبت، یا نظرِ مرشدِ کامل اور عشق۔

کیمیائے سعادت: تہذیبِ نفس، اجتنابِ فضائل سے نفس کو محفوظ رکھنا۔ یا فضائل سے آراستہ کرنا۔

کیمیائے عوام: دنیائے فانی کے مقابلہ میں متاع اخروی کو ترجیح دینا۔

کیمیائے خواص: علائق دنیوی سے دل کو پاک کرکے مکون کائنات کا مسکن بنانا یا قلب کو خلوص واحسان کی دولت سے مالا مال کرنا۔

کعبہ: وصل کی جگہ۔

کفر: کثرت کا وحدت میں چھپادینا۔بحرِ احدیت میں تمام اشیاء کو گم کردینا، ظلمتِ تفرقہ گمراہی کے اندھیرے۔

کافر: حق کو تعینات وتکثرات میں پوشیدہ رکھنے والا یا حقیقت کا مجاز میں مشاہد کرنے والا۔

کافر بچہ: عالمِ وحدت میں یک رنگی حاصل کرنے والا، ماسویٰ سے روگرداں ہوکر سوادِ ہستی میں مقام حاصل کرنے والا۔

کل: تمام ظاہر کا مظہر، ذاتِ باری کا اسمِ صفت۔

کتاب: ایسا وجودِ مطلق جس کا عدم نہیں۔

کنار: لغت میں بغل، آغوش، تصوف میں دوام مراقبہ۔

کنشت: تشبیہہ، استیلائے صورت۔

کنہ: ماہیتِ الٰہی جو عقلِ انسانی اور ادراک سے ماوریٰ ہو۔

باب الکاف (فارسی)

گفگتو: محبت کو ابھارنے والی باتیں۔

گل: نتیجۂ عمل، لذتِ معرفت، عالم بہ ہیئت مجموعی۔

گلزار: مقامِ کشفِ اسرار۔

گوش: لغوی اعتبار سے کان (عضوِ سماعت) شمسی مہینہ کی چودھوین تاریخ کو بھی گوش کہتے ہیں لیکن صوفیائے کرام کے نزدیک اسمِ سمیع میں فانی ہونا اور اسکا مظہر بن جانا۔

گوھر سخن: محسوسات ومعقولات میں اشارات واضح۔

گوھر معانی: اسماء وصفات الٰہیہ۔

با ب اللام

لُب: عقلِ منور، نورِ قدس سے مستنیر، اوہام وتخیل کی ظلمتوں سے محفوظ۔

لطف: بقائے سرور ودوام مشاہدہ اور منزلِ سلوک میں تائید الٰہی سے کیفیت سرور کی بقاء، **الله لطیفٌ بعبادہ۔**

لطیفہ: ایسا لطیف اور مشکل اشارہ جو سمجھ میں تو آجائے لیکن الفاظ میں اس کی ادائیگی ممکن نہ ہو۔

لوامع: وہ کیفیت جو دورانِ مجاہدہ مبتدیوں پر طاری ہوتی ہے، فوائد اور اس کے نتائج کے ساتھ قلب پر نورانیت کا ظہور۔

لوائح: نفی کی آرزو کے ساتھ مراد کا اثبات، یہ ایسا سر ہے جو منازل ترقی میں ایک حال سے

دوسرے حال کی طرف منتقل ہونے میں سالک پر منکشف ہو۔ لوائح، لوامع اور طوالع یہ تین الفاظ تقریبا مترادف ہیں اور معنوی طور پر کوئی خاص فرق نہیں۔ یہ تینوں امور ایسے مبتلایانِ سلوک پر ظاہر ہوتے ہیں جو ترقی کی منازل پر گامزن ہوں۔ ان میں پہلی منزل لوائح دوسری لوامع اور آخری منزل طوالع ہے۔ لوائح برق خائف کی طرح ظاہر ہوئی اور ختم۔ لوامع، لوائح سے زیادہ منور ہوتے ہیں لیکن لوائح کی طرح جلد ختم نہیں ہوجاتے بلکہ اس کے اثرات رہ جاتے ہیں اور طوالع اپنی روشنی اور نور میں قوی تر اور زیادہ باقی رہنے والے ہوتے ہیں۔

لیلۃ القدر: وہ شب جس میں سالک خصوصی تجلی سے بہرہ یاب ہوتا ہے۔اور بارگاہِ احدیت میں اسی تجلی کے بقدر اس کے مراتب بلند ہوتے ہین۔ اور یہی وہ منزل ہے جہاں سے سالک عین الجمع کی جانب پیش قدمی کرتا ہے اور یہ منزل عارفوں کی جلیل القدر ہستیوں کو ملتی ہے۔

لی مع اللہ : مرتبہ اتحاد، یہ انسان کامل کے لیے مختص ہے۔

باب المیم

مجاھدہ: نفس کو عوارض نفسانی سے مجرد کرنے اور اخلاقِ ذمیمہ کو اوصاف حمیدہ میں تبدیل کرنے کی عملی کوشش، نفس کا مقابلہ اور خواہشات کی مخالفت۔

مجذوب: وہ بندہ جس پر خالق ومالک کی نظر ہوجائے اور بغیر ریاضت ومجاہدہ کے مقامات ومدارج عالیہ تک رسائی حاصل کرلے، اللہ تعالیٰ کی یاد میں پہنچا ہوا، یادِ الٰہی میں مستغرق، مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں چونکہ مجذوب تمام مقامات کو طے نہیں کرتا ہے اس لیے وہ مقتدااور شیخ نہیں بن سکتا۔ صاحبِ کتاب تعریفات سید شریف جرجانی فرماتے ہیں مجذوب وہ ہے جس کو رب تبارک وتعالیٰ بندوں میں سے چن لے اور وہ بغیر جدو جہد کے تمام مراتب ومقاماتِ عالیہ تک رسائی حاصل کرلے۔

محادثہ: حق تعالیٰ کا عارفوں کی جانب علم ملک والشہادت سے خطاب جس طرح کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بواسطہ درخت خطاب کیا گیا تھا۔

محاضرہ: مظاہر قدرت یا اس کی نشانیاں دیکھ کر حضورِ حق کی کیفیت کا قلب میں پیدا ہونا۔

محق: فنائے ذات، وجودِ اشیاء کو فی الحقیقت وجودِ ذات جاننا۔

محو: رفع اوصاف وعادات بشری۔

محو الجمع یا محو الحقیقی: وحدت میں کثرت کا باقی نہ رہنا۔

مراد: محبوب جس کو ربانی کشش نے اپنی جانب کھینچا ہو اور بغیر محنت و مشقت کے فائز المرام ہوا ہو۔

مراقبہ: بندہ کا اس بات پر یقین کہ رب کریم تمام احوال قلبی اور راز ہائے درونی سے واقف ہے۔ اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں دل میں مقصود کے تصور کی حفاظت یادل کی ماسویٰ سے نگہبانی، سید شریف جرجانی فرماتے ہیں: **المراقبه استطة علم العبد باطلاع الرب فی جمیع احواله۔** شیخ حارث محاسبی فرماتے ہیں: **مراقبت علم دل است در قرب حق تعالیٰ** مراقبہ کے حال اول کی تعریف شیخ حسن بن علی وامغانی اسطرح فرماتے ہین: **علیکم بحفظ السرائر فانه مطلع علے الضمائر۔**

مرشد: وہ ہستی جو صراطِ مستقیم کی جانب رہنمائی کرے، وہ ہستی جو دین کی پابندی اور رشد ہدایت کی تعلیم دے۔

مرید: دینی وروحانی شاگرد، اپنے ارادہ کو حق تعالےٰ کے ارادہ میں محو کرنے والا جس کے لیے اسماء الٰہی کے دروازے کھل گئے ہوں اور ان کے ذریعہ اللہ سے رسائی حاصل کی ہو۔

مسامرہ: اسرار وغیوب کے بارے میں عارفوں سے ذاتِ باری کا خطاب، بعض صوفیا نے فرمایا کہ مناجات کو بھی بعض اوقات مسامرہ کہا جاتا ہے۔

معجزہ: وہ خلافِ عادت کام جو نبی سے ظاہر ہو اور وہ کام دعوائے نبوت سے متعلق بھی ہو۔ معجزہ کی ایک اور تعریف یہ ہے کہ نبی اپنے صدق کا علانیہ دعویٰ کرکے محالاتِ عادیہ کے ظاہر کرنے کا ذمہ لیتا ہے اور منکروں کو بھی ایسا ہی کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ رب کریم اپنے مقدس نبی کی دعوت کے مطابق امرِ محالِ عادی کو ظاہر فرمادیتا ہے جن سے منکرین عاجز رہتے ہیں۔ ماسبق سطور میں ہم نے لکھا ہے کہ معجزہ نبی سے ظاہر ہو اور دعوائے نبوت سے متعلق بھی ہو۔ یہاں یہ بات ذہن میں آسکتی ہے کہ معجزہ نبی کے اختیار میں ہوتا بھی ہے یا نہیں؟ اور اظہار معجزہ کے وقت نبی بے اختیار وبے بس ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ معجزہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو نبی کا ذاتی فعل ہو، جیسے حضرت ابوقتادہ کی آنکھ کو دوبارہ حلقہ چشم میں رکھنا اور اس آنکھ کو دوسری آنکھ سے بہتر ہوجانا، یا حضرت سلمہ بن اکوع کی پنڈلی کی ٹوٹی ہوئی ہڈی پر دست اقدس پھیرنا اور اس کا جڑ جانا، یہ قسم اختیاری ہے۔

لیکن دوسری قسم یہ ہے کہ وہ خارق عادت فعل نبی کا نہ ہو لیکن کسی سبب سے نبی سے متعلق ہو جیسے سید اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن حکیم کا نزول یا پتھر کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے لے کر بھاگ جانا، یہ دونوں انداز صفتِ نبوت سے متعلق تو ہیں لیکن ان نفوس قدسیہ کا ان میں اختیار نہ تھا۔

معجزہ کے سلسلہ میں ان سطور کے تحریر کرنے کے بعد بھی تشنگی باقی ہے اس بارے میں مزید صاحبانِ علم وبصیرت سے رجوع کیا جائے۔تفصیلات کی گنجائش نہیں۔

مشاهده: توحید کے دلائل کی روشنی میں اشیاء کا دیکھنا، اسماوصفات کی جہت سے بارگاہ حق میں حاضری۔

حضرت هجویری فرماتے هیں: مشاہدہ، زبان کی عاجزی کے ساتھ قلوب کا حضور ہے۔

معرفت: خدا شناسی ، وہ عقلِ معاش جو نورِ ایمانی کے بغیر ادراک خداوندی سے قاصر ہو۔ حضرات صوفیا اس معرفت کو جو اکتساب یا تدریس سے حاصل ہو علم کہتے ہیں اور وہ علم یا معرفت جو اس طریقہ کار کے علاوہ صرف صوفیا کے ساتھ مخصوص ہے، اس کو معرفت یا عرفان کہا جاتا ہے صوفیا کا کہنا ہے کہ کشف کے ذریعہ معرفت خدا وندی براہ راست حاصل ہوتی ہے ۔ یہ علم ومعرفت ومنطق و فلسفہ اور مناظرہٗ وابحاث کے روایتی طریقوں کا مرہون منت نہیں بلکہ توفیقِ الٰہی اورمشیت خدا وندی سے متعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے انہیں عطا فرماتا ہے جن میں اخذ اور وصول حقیقت کی صلاحیت موجود ہے۔معرفت ایسا نور ہے جو باصلاحیت قلب سالک پر فروزاں ہوتاہے۔ اور اس نور کی تجلیات تعینات ااور قویٰ کو مضمحل کرکے دوسرے (اور ماسویٰ) سے باز رکھتی ہیں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا **من عرف الله كل لسانه** (جس نے اللہ کو پہچان لیا اس کی زبان گونگی ہوگئی) شیخ محمد بن واسع نے فرمایا ہے **من عرف الله قل كلامه ودام تحيره** (جس نے اللہ کو پہچان لیا اس کی گفتگو کم ہوگئی اور وہ ہمیشہ کے لیے عالم حیرت میں آ گیا۔)

مقام: اپنے مطلوب کے حقوق کی ادائیگی کے لئے سخت محبت اورحسن نیت کے ساتھ عارف کا اس منزل پر قیام، ہر مرید کے لیے ایک مقام ہوتاہے۔ جو منزل سلوک کی ابتداء یا آغاز طلب کا سبب بنتاہے۔ گوکہ طلب ہر مقام سے بہرہ یاب ہوتاہے اور ہر مقام سے گزرتاہے لیکن ایک مقام اس کا مستقر بنتاہے۔ ارشاد خدا وندی ہے: **ومنا الا له مقام معلوم**۔ اس طرح حضرت آدم علیہ السلام کا مقام ''توبہ'' حضرت نوح علیہ السلام کا ''زہد'' حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ''تسلیم'' حضرت موسیٰ علیہ

السلام کا ''انابت'' حضرت داؤد علیہ السلام کا ''حزن'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ''رجا'' حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ''خوف'' اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ''ذکر'' تھا۔ ان مقدس حضرات کی یسر ہر مقام پر تھی لیکن ہر ایک کا رجوع ان کے اصل مقام کی طرف تھا۔

مقام کی تعریف باانداز دگر یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ سالک کے قلب پر جو وادارت مثلاً قبض وبسط، حزن وطرب وانس، مستی وبیخودی یا دیگر کیفیات جوحق تعالیٰ کی جانب سے اچانک عارض ووارد ہوں اس کو حال کہتے ہیں لیکن یہ کیفیت سالک کی بےعملی وبے التفاتی سے زائل ہوجاتی ہے۔ مگر جب یہ کیفیات دائمی ہوں اور سالک کا ملکہ راسخہ بن جائیں تو یہ منزل مقام کی ہے۔ کیونکہ مقام میں وہ استقلال ہے جو حال میں نہیں۔ اسی لیے اصحابِ تمکین یہاں فائز ہوتے ہیں۔

مکاشفہ: ایسی حضوری ہے جو احاطہ بیان میں نہیں آسکتی۔ بسط کے مطابق یوں کہیے کہ یہ ایسی معنوی حضوری ہے جس سے عالم ناسوت، ملکوت اور لاہوت، نفس قلب روح سر کے سامنے آشکار اور منکشف ہوجائیں، یا اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو دنیا میں پیش آنے والے واقعات سے قبل ازوقت مطلع فرما دینا۔ مکاشفہ سے عارف پر جلالِ الٰہی کی ایسی کیفیات طاری ہوتی ہیں جس سے وہ عالمِ تحیر میں پڑ جاتا ہے۔

ملجا: لغت کے اعتبار سے جائے پناہ، اصطلاح میں حصولِ مقصد کے لیے قلبی اعتماد۔

مُلک: عالمِ شہادت، عالم محسوسات، عالم اجسام۔

ملکوت: عالم غیب جو ارواح، نفوس وملائکہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

منجا: محلِ آفت سے قلب کا رہائی پانا، یا وہاں سے ہٹ جانا۔

موت: ہیات اجتماعی کا تفرقہ، خفاء

موت ابیض: جوع، بھوک، پیاس، اور نیند پر قابو حاصل کرنا چونکہ اس سے روشنی میں اضافہ ہوتا ہے اس لیے اس کو ابیض کہا گیا ہے۔

موت اخضر: یعنی مستقبل کے لیے خواہشات کو خیر باد کہہ دینا، چونکہ سرسبزی یا ترقی کی ابتدا ہوتی ہے اس لیے اس کو اخضر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

موت اسود: یعنی دارین سے قطع تعلق کرنا۔ چونکہ دونوں جہاں سے آنکھیں بند کرلی جاتی ہیں اور نظروں کے سامنے اندھیرا چھا جاتا ہے اس لیے اس کو اسود کہا گیا۔

موت اختیاری: خواہشات نفسانی کا قلع قمع، جسمانی لذتوں سے اعراض توبہ، **موتوا قبل ان تموتوا۔**

موت اضطراری: روح کا جسم سے بے تعلق ہوجانااوراسکوعمومی زبان میں موت کہاجاتاہے۔

مہر: یہ جاننے کے باوجود کہ ہماری پیوستگی اصل کے ساتھ ہے اس اصل کی جانب میلان کرنا یعنی ذات باری سے بے غرض محبت کرنا۔

مہربانی: صفت ربوبیت۔

میخانہ: خانقاہ شیخ، باطن عارفِ کامل، عالم لاہوت وجبروت ، لغوی اعتبار سے شراب خانہ یا میکدہ۔

میدان: مقامِ شہود۔

میزان: عدالت، اصطلاح صوفیا میں عقل جوانوار قدس سے منور ہو، وہ ترازو جس میں قیامت کے دن اعمال وزن کیے جائیں گے۔

میزان خاص: طریقت، اس کی ایک خاص منزل ہے جو میزانِ خاص الخاص کہلاتی ہے، اس سے مراد عدلِ الٰہی سے تحقق جو منصبِ انسان کامل ہے۔

میل: شعور آگاہی کے ساتھ اپنے اصل کی طرف رجوع۔

میم احمد: تعین اول، احد کا مظہر حقیقی، میم احمد دائرہ موجودات کی جانب اشارہ ہے تمام مراتب کو یہ حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجزاء (کسی عارف نے یہاں ایک نکتہ بیان کیا ہے کہ علم الاعداد میں میم کے عدد چالیس ہیں اور مراتب موجودات کی کل تعداد بھی چالیس ہے جو اشارہ ہے دائرہ موجودات کی جانب کہ تمام موجودات کا محور ذاتِ باری ہے۔)

مقامات عشر: ان مقامات کے حصول کے بغیر منزلِ ولایت تک رسائی ناممکن ہے۔ ان مقامات کی تفصیل یہ ہے۔توبہ، انابت، زہد، قناعت، ورع، صبر،شکر، توکل ،تسلیم، رضا۔

محدث: جو عدم سے وجود میں آیا ہو۔

باب النون

ن: سے مراد علم اجمال ہے، اس سے مراد داوات بھی ہے کیونکہ حروف جو علم کی صورتیں ہیں، بالا

جمال اس میں موجود ہیں۔،نون سے مراد وہ علم اجمالی ہے جو مرتبہ احدیت میں ہوتا ہے۔

نجباء: یہ برگزیدہ اور مقدس چالیس حضرات ہیں جو اہل دنیا کے کاموں کے انجام دہی پر مامور ہیں، لغوی معنی مرد اصیل، برگزیدہ بزرگ۔

نجوی: خود پر طاری ہونے والی آفات کو اس انداز میں پوشیدہ رکھنا کہ غیر کو اس کی اطلاع نہ ہونے پائے۔

نعت: نسبت کے اظہار کا نام ہے جیسے اوّل، دوم وغیرہ لیکن اصطلاحِ شریعت وطریقت میں نعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف جس کا اظہار بذریعہ اشعار کیا جائے۔

نسبت: وہ ملکہ راسخہ محمودہ جو سالک کو بذریعہ اکتساب حاصل ہوتی ہے۔

نفس: انسان کا وہ عنصر بد و فاسد جس سے مراد خور وخواب اور روحِ شہوانی ہے اور یہی عنصر انسان کو حسی لذات وشہوات کے اتباع پر برانگیختہ کرتا ہے اس کی موافقت ہلاکت ہے اور مخالفت سببِ نجات ہے عارفوں اور حضرات صوفیا کی تصانیف مخالفتِ نفس کی تعلیمات سے بھری ہوئی ہیں حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مفتاح عبادت فکر اور نفس وہوا کی مخالفت کرنا ہے۔ گویا کہ نفس کی مخالفت ترک آرزو میں مضمر ہے۔ یہ لطائف ستہ میں سے ایک لطیفہ ہے۔جسم انسانی میں اس لطیفہ کا مقام ناف سے متصل ہے۔

نفسِ امارہ: طبیعت انسانی کے لذات ودنیا اور اعمال بد کی جانب میلان کو نفس امارہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ **ان النفس لا مارۃٌ بالسوء۔**

نفس لوّامہ: نور قلبی کی ہدایت کے بعد نیک کام کرکے ماضی کے اعمال پر اظہارِ ندامت اور قلب کو ملامت کرنے والی کیفیت کے اظہار کو نفس لوامہ کہا جاتا ہے۔ **لا اُقسم بالنفس اللوّامہ۔**

نفس مطمئنہ: جو نور قلب سے اس طرح منور ہو کہ صفاتِ ذمیمہ اس سے رخصت ہوجائیں، اخلاقِ حمیدہ کا مالک بن جائے اور وہ جہتِ قلبی کی طرف متوجہ ہوکر عبادات وطاعت پر مواظبت کرنے لگے تو اس کو بارگاہِ الٰہی سے بشارت ملتی ہے۔ **یآیتھا النفس المطمئنہ الخ۔**

حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، لباس صفات ذمیمہ اتار کر اخلاقِ حمیدہ کی خلعت لطیف کو پہننے والے نفس کو نفسِ مطمئنہ کہتے ہیں۔

نفی: صفاتِ بشری کو مٹا کر سلطانِ حقیقت کا اثبات۔

نقباء: نقیب کی جمع، لغت میں نقیب اس کو کہتے ہین جس کا نسب معلوم ہو۔ نقباء وہ اولیاء اللہ ہیں جو لوگوں کے ضمائر سے آگاہ ہیں۔ ان کی تعداد بعض حضرات نے تیس اور بعض نے تین سو بتائی ہے۔ ان سب کا نام علی ہے۔

نور: (۱) وہ وارداتِ ربانی جن کا قلب پر ظہور ہو۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے اسماء صفات میں سے ایک نام جو تقریبا اسم الظاہر کے مترادف ہے۔

نور النور یا نور الانوار: اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات۔

نہایة: وحدت کے رخ سے کثرت کے حجابات کا اٹھ جانا۔ اس کو سفرِ اول بھی کہتے ہیں۔

ناز: ناقص چیز لے کر کامل عطا کرنا، محبوب کا محبّ کو بطریقِ موافقت قوت و ارادہ عطا کرنا اور وہ صفتِ الٰہی جو تمام موجودات کے لیے ضروری ہے۔

ناسوت: بشریف یا عالم بشریت، عالم اجسام جس سے مراد یہ عالم دنیا اور جہان ہیں، کبھی مجازا شریعت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

ناقوس: لغت میں سنکھ کو کہتے ہیں۔ جو ہندو بوقت عبادت پھونکتے ہیں لیکن صوفیا فرماتے ہیں کہ ناقوس سے مراد صوتِ سرمدی صلصلة الجرس، مقامِ تفرقہ یا وہ انتباہ جو توبہ وزہد وغیرہ کی جانب توجہ دلائے یا وہ جذبہ جو بندہ کو خواب غفلت سے بیدار کرکے حق تعالیٰ کی جانب متوجہ کرے۔

نالہ: عاشق کی مناجات۔

نامرادی: سالک کی وہ منزل جہاں ارادہ وخواہش کا کوئی دخل نہ ہو۔

ناموس: حبِ جاہِ خودنمائی شہرت کی خواہش۔

نسیم: عنایت ویادآوری۔

نفحات: وہ فیوض جو قلبِ سالک پر مبداء فیاض کی جانب سے وارد ہوں، اور سالک کی روح کو قدسی مسرتوں سے مشرف کریں۔

نفث روحی: لغت میں نفث کے معنی پھونکنے کے آتے ہیں لیکن اگر نفث کی اضافت روح سے کی جائے تو اس سے مراد وہ خطرہ ہے جو بلا واسطہ ہو اور اس کا فیضان ابتدا سے حق تعالیٰ کی جانب سے عقل اول کے واسطہ سے ارواح قدسیہ پر ہو اس کے بعد روح حیوانی پر جو ہم میں موجود ہے گویا کہ یہ فیضان روح القدس کی وساطت سے ہوتا ہے۔

نقل: اسرار ومعانی کا منکشف ہونا۔

نقطہ جوالہ: مرکزِ توحید۔

نوالہ: عطیہ حق برائے مقربین، خلعت خصوصی۔

نسیم ستی: اپنے استغراق سے آگاہی۔

نے: بانسری، انسانِ کامل، درویش صاحبِ حال، وہ قلم جس سے باطن ظہور میں آتا ہے۔

باب الواء

وارد: بندہ کے عمل کے بغیر جو کیفیت (ازقسم معانی) دل میں وارد ہو اور بقول حضرت شیخ علی ہجویری (داتا گنج بخش) رحمۃ اللہ علیہ کسی معنی کا دل میں حلول کرنا۔کبھی مطلق حال پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔

واقعہ: عالمِ غیب وشہادت سے متعلق جو حال/کیفیت قلب سالک پر واقع ہو،خواطر کے برعکس کہ طالب اس کو کسی طرح اپنی ذات سے دور نہ کر سکے۔

وجد: معناً یہ تقریبا وارد و اقعہ کے مترادف ہے یعنی وجد یہ ہے کہ جو چیز بغیر جہد وتکلف کے قلب پر وارد ہو۔حضرت شیخ ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وجد سے مراد وہ برق ہے جو یکبارگی قلب پر چمکتی ہے اور جلد ہی بجھ جاتی ہے۔

وجدان: مقام شہود۔

ورع: شبہات سے بایں طور اجتناب کہ محرمات کا صدور نہ ہوسکے۔حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ورع یہ ہے کہ تم شبہات سے بالکل پاک وصاف بچ کرنکل آؤ اور ہرلمحہ اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہو۔

ورقہ: نفس کلیہ، لوح محفوظ اور کتاب مبین۔

وسائط: واسطہ کی جمع،صورتِ پیرومرشد، سالک کے منزل مراد پر پہنچنے کے ذرائع۔

وصل: ملاقات،محبوب کے بارگاہ کی حاضری۔

وفا: عنایتِ ازلی جو بغیرعمل کے بھی اپنی آغوش میں لے لے۔

وقت: وہ لحظہ اور وہ آن (زمانہ حال) جو ماضی ومستقبل کے درمیان ہے۔ حالتِ موجودہ ،

وقت اس حالت کو کہتے ہیں جو انسان پر کسی وقت طاری ہو یہ وقت تیزی آتا ہے اور برق رفتاری سے گزر جاتا ہے۔ حضرت شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، الوقت سیف قاطع۔ اس لئے کہ یہ مستقبل اور ماضی کی جڑوں کو کاٹ دیتا ہے اور شب وروز کا غم واندوہ صاحب وقت کے دل سے محو کر دیتا ہے۔ ابن عربی فرماتے ہیں کہ وقت مراد ہے تمہارے حال سے جس کا تعلق نہ آئندہ سے ہے نہ گذشتہ سے۔

وجود: کتمانِ اوصاف بشریت کے ذریعہ بندہ کا اپنی ذات سے بے تعلق ہوجانا۔ اس کیفیت میں وجود حق کا تعلّاق بھی ہوتا ہے کیونکہ جب سلطان حقیقت کا ظہور ہوتا ہے تو بشریت باقی نہیں رہتی۔ بعض حضرات نے فرمایا اپنی ذاتی حیثیت سے اپنی ہی ذات کا وجدان وجود کہلاتا ہے ۔ ہستی ذات بحث، ہستی مطلق واحدیت، ذات کا وہ مرتبہ جہاں صفات سلب ہوں باری تعالیٰ، وجود کی چھ قسمیں ہیں۔

(۱) **واجب الوجود**، لازم الوجود یعنی جس کا وجود اس کی ذات کا مقتضا ہو۔

(۲) **ممکن الوجود**، جسم مثالی یعنی وہ جو اپنی موجودیت کے لیے دوسرے کا محتاج ہو۔

(۳) **ممتنع الوجود**، روح اضافی

(۴) **عارف الوجود**، اعیان ثابتہ

(۵) **شاھد الوجود**، مرتبہ وحدیت

(۶) **واحد الوجود**، مرتبہ احدیت

وجود اکبر: وہ واصل جو نقطہ انتہا تک اس طرح پہنچا ہو کہ اس میں جمال وجلال کے امتزاج کی صفت اعتدال کے ساتھ باقی رہی ہو۔ اس صفت کے حاملِ افراد منصب ہدایت کے لیے نہایت مناسب ہوتے ہین لیکن ایسے افراد کم پائے جاتے ہین۔ ایسے ہی افراد ظاہر وباطن میں سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر ہوتے ہیں کیونکہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال وجلال کے اعتدال کا پرتو ان پر ہوتا ہے۔

وجود کبیر: جن منتہیوں میں جمال وجلال کا اعتدال اس منزل پر نہیں ہوتا جیسا کہ وجودِ اکبر کا اقتضا ہے جتو اس کو وجودِ کبیر سے تعبیر کرتے ہیں۔

ولایت: یہ ایک منصب ہے جس پر حاملان اسرار توحید (انبیاء علیہم السلام کے علاوہ) فائز ہوتے

ہیں اس کی تعریف جو صوفیائے کرام نے فرمائی ہے وہ علومِ اسرار میں ہے اور ہر کس و ناکس ان امور تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا۔ علامہ جامی نے نے شاہد النبوت اور نفحات الانس کے مقدمہ میں بہت کچھ لکھا ہے۔ ہم نے ان مقدمات کو ماضی میں بھی مطالعہ کیا تھا اور اس دوران بھی دے کھا لیکن اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ہمیں اپنے مقرب بندوں کے طفیل دسترخوان ولایت سے چند ذرے عطافر مادے تو ہم ولایت کی تعریف سمجھ سکیں۔ ولی شریعت وطریقت کا ایسا مجمع البحرین ہے جو اتباع سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم میں ظاہری و باطنی طور پر اس قدر سرشار ہوجس کے اعمال واقوال کو دیکھ کر قلب منور اور ظاہر آراستہ وپیراستہ ہوجائے۔

ولی کی تعریف وتوصیف کے سلسلہ میں تفصیلات سے گریز کرتے ہوئے اگر یہ کہا جائے کہ ولی وہ ہے جسے دیکھ کر خدا یادآجائے تو غلط نہ ہوگا۔ ولایت کی دوقسمیں ہیں عامہ اور خاصہ، ولایت عامہ تمام مومنین کے لیے ہے اور ولایت خاصہ صرف اربابِ سلوک کے لئے ہے اور یہ واصلین کا حصہ ہے اس سے مراد **فناء العبد فی الدق بقائه به۔**

وھم: پندار، وہ قوت جو ہر خوبی کو ہلاک وبرباد کرد۔

ولدیت: (واو کے فتحہ کے ساتھ) توحید کے اسرار کا وہ فیضان جو سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام لی مع اللہ میں براہ راست حق تعالیٰ سے حاصل ہوتا ہے۔بعض حضرات نے اس لفظ میں واوٗ کی حرکت پرمعنی آفرینی کی ہے جن کی تفصیلات کی یہاں گنجائش نہیں۔

باب الهاء

ھا: اعتبار ذات بلحاظ حضور وجود۔

ھاھوت: وہ مقام جس کی جانب کنت کنز مخفیا سے اشارہ ہے۔

ھباء: عقلِ اوّل کے بعد چوتھا مرتبہ۔

ھجر: کیفیت فراق بعدِ وصال۔

ھشیاری: غلبہ عشق سے افاقہ سکون کی جانب آنا۔

ھفت منازل: وادی طلب، وادی عشق، وادی معرفت ، وادی استغناء وادی توحید، وادی حیرت ، وادی فقر وفنا، یہ وہ سات وادیاں ہیں جو اراہِ سلوک میں سالک کو پیش آتی ہیں۔ حضر خواجہ

فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا تذکرہ اپنی کتاب منطق الطیر میں کیا ہے۔

ھوا: نفس کا سفلی جذبات کی جانب میلان۔

ھویت: ذاتِ باری کی جانب اشارہ۔

ھیولی: ہر وہ باطن ہیولیٰ کہلاتا ہے جو صورتِ ظاہر رکھتا ہے۔

ھیبت: مشاہدہ جلال، کیفیت ہیبت صرف عارفوں کا حصہ ہے۔

ھاجس: خاطر اول پہلا وارد قلبی، مرتبہ اول۔

ھجوم: جو کیفیت بغیر کوشش، اختیار اور ارادے کے پوری قوت کے ساتھ قلب پر وارد ہو۔

ھدایت: اسرار الٰہی میں سے وجودی اور الہامی سر ہے جو بندوں پر منکشف ہوتا ہے یا وہ جذبہ الٰہی کا وہ نور ہے جس کی روشنی میں (تائید الٰہی سے) عارف اس راستہ (ہدایت) پر چل کر اعلیٰ منازل کی جانب گامزن ہوتا ہے۔

باب الیاء

یار: تجلی صفات، نصرت الٰہی کا ایک انداز۔

یقین: وہ علم جس میں کسی قسم کا تردد نہ ہو۔ صوفیاء نے یقین سے اس کیفیت کو مراد لیا ہے جو حجت وبرہان کے بغیر ایمان کی قوت سے اعیان کا مشاہدہ کرائے۔

یاقوت حمراء: نفسِ کلیہ۔

یوم الجمع: روزِ قیامت۔

ربّ یسّر ولا تعسّر وتمّم بالخیر

☆